ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s8), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

منتخب غزواتِ نبوی ﷺ کے مقامات کا جیو-اسٹریٹجک اور عسکری تجزیہ: بدر، اُحد، خندق اور خیبر کا جدید عسکری جغرافیہ کی روشنی میں تقابلی مطالعہ

Muhammad Ans
Ansijaz299@gmail.com
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat

Dr. Qazi Furqan Ahmed
qazi.furqan@uog.edu.pk
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Corresponding Author: Dr. Muhammad Saqlain Haider saqlainhaider.law@tuf.edu.pk

Received: 17-01-2026 **Revised:** 01-02-2026 **Accepted:** 14-02-2026 **Published:** 03-03-2026

ABSTRACT

*This study examines the locations of the Prophetic military campaigns (*Ghazawāt*) through the analytical framework of military geography and geo-strategic studies. Classical works on the Sīrah often preserve valuable details concerning routes, valleys, mountains, wells, settlements, fortifications, and tribal territories; however, these spatial elements are frequently treated as descriptive background rather than active factors in military decision-making. This research argues that the geographical setting of the Prophetic campaigns was not incidental. Terrain, water resources, natural barriers, access routes, fortified settlements, logistical requirements, and the distribution of tribal populations significantly shaped defensive planning, battlefield positioning, mobility, and strategic outcomes.The study adopts an interdisciplinary and comparative approach, drawing upon classical sources of Sīrah, Maghāzī literature, historical chronicles, geographical dictionaries, and modern concepts of military geography. It employs analytical categories such as terrain analysis, strategic positioning, water logistics, route security, key terrain, defensive depth, natural and artificial obstacles, mobility corridors, siege warfare, and post-conflict stabilization. These modern terms are used as explanatory tools rather than as an attempt to impose contemporary military doctrine retrospectively upon early Islamic history. The research focuses particularly on Madinah as a strategically defensible center and on four major campaigns: Badr, Uhud, al-Khandaq, and Khaybar. The Battle of Badr demonstrates the importance of wells, caravan routes, weather conditions, and battlefield positioning. The Battle of Uhud highlights the decisive role of Mount Uhud and the Hill of the Archers in securing the rear and protecting the flank of the Muslim army. The Battle of al-Khandaq illustrates the effective integration of Madinah's natural barriers with an artificial defensive obstacle, enabling a smaller force to resist a significantly larger confederate army. The campaign of Khaybar presents a distinctive example of siege warfare involving fortified oasis settlements, sequential military pressure, logistical endurance, and post-conflict economic continuity.The findings reveal that the Prophetic military strategy was neither static nor dependent upon a single model of warfare. It was adaptive, context-sensitive, and deeply informed by the geography of each operational environment. The study concludes that the military events of the Sīrah should be understood not merely as chronological narratives of conflict, but as historically grounded examples of strategic leadership, geographical awareness, logistical planning, ethical restraint, and disciplined decision-making.*

Keywords: *Prophetic Biography (Sīrah al-Nabawiyyah); Ghazawāt; Sarāyā; Military Geography; Geo-Strategic Analysis; Battlefield Geography; Terrain Analysis; Strategic Positioning; Water Logistics; Route Security; Key Terrain; Defensive Depth; Natural Obstacles; Artificial Obstacles; Mobility Corridors; Siege Warfare; Fortified Settlements; Military Logistics; Post-Conflict Stabilization; Madinah; Badr; Uhud; al-Khandaq; Khaybar; Prophetic Military Strategy*

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s8), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

تمہید

سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری واقعات کا مطالعہ اسلامی تاریخ کا ایک نہایت اہم مگر اکثر جزوی طور پر برتا جانے والا شعبہ ہے۔ غزوات و سرایا کے بیان میں عموماً واقعاتی ترتیب، مجاہدین کی تعداد، مخالف لشکروں کی قوت، جنگ کے نتائج اور اخلاقی اسباق کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے، لیکن ان معرکوں کے مکانی، زمینی اور جغرافیائی عوامل پر نسبتاً کم منظم توجہ دی جاتی ہے۔ حالاں کہ کسی بھی عسکری مہم کی حقیقی معنویت صرف اس کے سیاسی یا جنگی پس منظر سے واضح نہیں ہوتی؛ اسے سمجھنے کے لیے اس مقام کی طبعی ساخت، راستوں کی نوعیت، پانی کے ذخائر، پہاڑی رکاوٹیں، وادیاں، صحرائی فاصلے، قلعہ بند بستیاں، رسدی امکانات، قبائلی حدود اور دفاعی راستے بھی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ غزوۂ بدر کے کنوئیں، اُحد کے پہاڑی دامن، جبلِ عینین پر تیر اندازوں کی تعیناتی، مدینہ کے شمالی کھلے محاذ پر خندق کی کھدائی، خیبر کے قلعہ جاتی مراکز، حدیبیہ کے مقام پر راستوں کا انتخاب اور تبوک کی طویل مسافت یہ سب اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں عسکری تدبیر اور جغرافیائی شعور ایک دوسرے سے جدا نہیں تھے۔زیرِ نظر تحقیق کا عنوان منتخب غزواتِ نبوی ﷺ کے مقامات کا جیو-اسٹریٹجک اور عسکری تجزیہ: بدر، اُحد، خندق اور خیبر کا جدید عسکری جغرافیہ کی روشنی میں تقابلی مطالعہ ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ ثابت کرنا نہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں جدید عسکری اصطلاحات بعینہٖ استعمال ہوتی تھیں، بلکہ یہ واضح کرنا ہے کہ جدید عسکری جغرافیہ جن اصولوں کو Terrain Analysis ، Route Security، Water Logistics، Defensive Depth، Strategic Positioning، Mobility Corridors، Chokepoints، Fortification Systems اور Supply Lines جیسے عنوانات سے تعبیر کرتا ہے، ان کے عملی مظاہر سیرتِ نبوی ﷺ کے متعدد غزوات میں نمایاں طور پر موجود تھے۔ یہ تقابلی مطالعہ تاریخی واقعات پر جدید اصطلاحات مسلط کرنے کے بجائے ان کی جغرافیائی تفہیم کو زیادہ منظم، واضح اور تجزیاتی بناتا ہے۔عسکری جغرافیہ بنیادی طور پر اس امر کا مطالعہ ہے کہ زمین، فاصلہ، موسم، راستے، قدرتی رکاوٹیں، آبادی، پانی، خوراک، مواصلاتی امکانات اور علاقائی ساخت فوجی منصوبہ بندی اور عملی کارروائیوں پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جدید عسکری رہنما متون میں زمینی تجزیے کے لیے پانچ بنیادی عناصر بیان کیے جاتے ہیں: مشاہدے اور فائرنگ کے امکانات، پردہ اور تحفظ، قدرتی و مصنوعی رکاوٹیں، کلیدی مقامات اور پیش قدمی کے راستے[1]۔ یہ عناصر اگرچہ جدید عسکری زبان میں منظم کیے گئے ہیں، مگر ان کی اصل معنویت انسانی تاریخ کی قدیم جنگوں میں بھی موجود رہی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا عسکری مطالعہ اسی زاویے سے کیا جائے تو متعدد واقعات کی حکمت اور عملی بصیرت نئے انداز سے سامنے آتی ہےہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا سیاسی، انتظامی اور عسکری مرکز بن گیا۔ اس شہر کی جغرافیائی ساخت نے اسلامی ریاست کے دفاع اور غزوات کی منصوبہ بندی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مدینہ ایک نخلستانی بستی تھی جس کے اطراف آتش فشانی پتھریلی زمینیں، وادیاں، کھجوروں کے باغات اور محدود مگر اہم داخلی راستے موجود تھے۔ مشرقی اور مغربی اطراف میں حرّات نے قدرتی دفاعی حصار کی صورت پیدا کی، جبکہ شمالی جانب نسبتاً کھلے علاقے نے بیرونی حملے کے امکانات کو زیادہ نمایاں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر دفاعی تدبیر مدینہ کے اس حصے میں اختیار کی گئی جہاں دشمن کی پیش قدمی ممکن تھی۔ نور الدین علی بن احمد السمہودی نے وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی میں مدینہ کی وادیوں، حرّات اور پہاڑوں کی تفصیلات محفوظ کی ہیں، جبکہ ابن ہشام نے غزوۂ احزاب کے واقعات میں مدینہ کے دفاعی تناظر کو نمایاں کیا ہے[2]۔

مدینہ کا محلِ وقوع تجارتی اور عسکری دونوں اعتبار سے اہم تھا۔ مکہ سے شام کی طرف جانے والے قافلوں کے راستے حجاز کے ان علاقوں سے گزرتے تھے جن پر مدینہ کا سیاسی اثر بڑھ رہا تھا۔ اس راستے کی اہمیت غزوۂ بدر کے پس منظر میں واضح ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید نے بدر کے میدان کی جغرافیائی صورت کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا“ :إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ”، یعنی جب تم وادی کے قریب والے کنارے پر تھے، دشمن دور والے کنارے پر تھا اور قافلہ تم سے نیچے کی جانب تھا[3]۔ یہ آیت صرف ایک تاریخی لمحے کی یاد دہانی نہیں بلکہ میدانِ بدر کا مکانی خاکہ بھی پیش کرتی ہے۔

یہاں وادی کے کنارے، قافلے کا راستہ، پانی کے ذخائر اور لشکروں کی پوزیشن جنگی صورتِ حال کو متعین کرتے ہیں۔غزوۂ بدر میں پانی کی اہمیت خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ بدر کے کنوئیں صرف پینے کے پانی کا ذریعہ نہ تھے بلکہ وہ عسکری استحکام، قیام، رسد اور دشمن کی نقل و حرکت پر اثر انداز ہونے والے وسائل تھے۔ کتبِ مغازی میں حضرت حباب بن المنذرؓ کی رائے کا ذکر ملتا ہے کہ مسلمانوں کو ایسی جگہ قیام کرنا چاہیے جہاں پانی کے ذخائر پر بہتر کنٹرول حاصل ہو۔ واقدی نے اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اگرچہ ان کی روایات کے استعمال میں محدثین کی تنقیدی آرا کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے[4]۔

---

[1] U.S. Department of the Army, FM 34-130: Intelligence Preparation of the Battlefield, Washington, DC, 1994, 2-10–2-13

[2] السمہودی، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998، ج 1؛ عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 2

[3] القرآن، الأنفال 8:42

[4] محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 1، غزوۂ بدر

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی صحرائی جنگ میں محض سہولت نہیں بلکہ ایک بنیادی عسکری وسیلہ تھا۔غزوۂ اُحد میں جغرافیہ ایک مختلف صورت میں سامنے آتا ہے۔ جبلِ اُحد کے دامن اور جبلِ عینین، جسے بعد میں جبلِ رماۃ کے نام سے شہرت حاصل ہوئی، کی عسکری معنویت غیر معمولی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو ایک بلند مقام پر مقرر فرمایا تاکہ عقب سے ہونے والی ممکنہ پیش قدمی کو روکا جا سکے۔ صحیح بخاری میں اس تعیناتی اور تیر اندازوں کو اپنی جگہ برقرار رہنے کی ہدایت کا ذکر موجود ہے[5]۔ اس واقعے میں بلند مقام، نگرانی، فائرنگ کی سمت، عقب کی حفاظت اور دشمن کی حرکت کا امکان ایسے عناصر ہیں جنہیں جدید عسکری جغرافیہKey Terrain ، Observation، Fields of Fireاور Avenues of Approach کے عنوانات سے بیان کرتا ہے۔غزوۂ خندق میں مدینہ کی دفاعی جغرافیہ مزید واضح ہو جاتی ہے۔ مشرق اور مغرب کی حرّات، باغات اور آبادیوں نے دشمن کی وسیع پیمانے پر پیش قدمی کو محدود کیا، جبکہ شمالی جانب کھلے راستے نے دفاعی کمزوری پیدا کی۔ خندق کی کھدائی اسی خلا کو پُر کرنے کی تدبیر تھی۔ یہ اقدام جدید عسکری زبان میں ایک Artificial Obstacle اور Defensive Chokepointکی صورت رکھتا ہے، جس کا مقصد دشمن کی نقل و حرکت کو روکنا، محدود کرنا یا کسی خاص سمت میں موڑنا ہوتا ہے۔ جدید عسکری متون میں رکاوٹوں کو ایسے قدرتی یا مصنوعی عوامل قرار دیا گیا ہے جو فوجی حرکت کو روکیں، سست کریں یا متبادل راستے کی طرف منتقل کریں[6]۔ غزوۂ خندق میں یہی اصول ایک نہایت مؤثر دفاعی صورت میں سامنے آتا ہے۔خیبر کا مطالعہ قلعہ جاتی جنگ اور محاصرے کی عسکری حکمتِ عملی کے لیے نہایت اہم ہے۔ خیبر مدینہ کے شمال میں واقع ایک زرعی، معاشی اور قلعہ بند مرکز تھا۔ یہاں مختلف مضبوط قلعے، نخلستان، پانی کے وسائل اور پتھریلی زمینیں موجود تھیں۔ ابن سعد، واقدی اور ابن ہشام نے خیبر کے مختلف قلعوں اور ان کی مرحلہ وار فتح کا ذکر کیا ہے[7]۔ خیبر کا جغرافیائی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ کھلے میدان کی جنگ اور قلعہ بند مراکز کے خلاف کارروائی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ یہاں پیش قدمی، محاصرہ، رسد، قلعوں کی ترتیب، زرعی ذخائر اور نفسیاتی دباؤ سب اہم عوامل تھےحدیبیہ کا واقعہ اس تحقیق میں ایک مختلف مگر نہایت اہم مثال فراہم کرتا ہے۔ یہ مقام جنگی معرکے کے بجائے سفارتی جغرافیہ کا مظہر ہے۔ مکہ کی طرف سفر، مرکزی راستے سے انحراف، متبادل راستوں کا انتخاب، پانی کے ذخائر، پڑاؤ اور مذاکراتی مقام کا تعین اس واقعے کو محض ایک سیاسی معاہدے سے بڑھ کر ایک جیو-اسٹریٹجک واقعہ بناتے ہیں۔ قرآن مجید نے صلح حدیبیہ کو "فَتْحًا مُبِينًا "قرار دیا[8]۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری حکمتِ عملی ہمیشہ جنگ تک محدود نہیں ہوتی؛ بعض اوقات راستہ، مقام اور مذاکراتی وقت خود ایک بڑی کامیابی کی بنیاد بن جاتے ہیں۔غزوۂ تبوک میں طویل مسافت، شدید گرمی، قلتِ وسائل اور شمالی سرحد کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ یہ مہم Desert Warfare اور Expeditionary Logistics کے مطالعے کے لیے بنیادی مثال ہے۔ یہاں دشمن سے براہِ راست فیصلہ کن جنگ کے بجائے تیاری، طویل سفر، رسد، نفسیاتی استحکام اور علاقائی اثر و رسوخ زیادہ اہم تھے۔ ابن ہشام اور ابن سعد نے اس مہم کے سفر، مشکلات اور قبائلی روابط کو محفوظ کیا ہے[9]۔اسی طرح سرایا کے مطالعے میں جغرافیہ کی اہمیت اور بھی نمایاں ہے۔ سرایا عموماً محدود فوجی دستوں، مخصوص راستوں، قبائلی علاقوں، نگرانی، اطلاعات کے حصول، تجارتی گزرگاہوں کی حفاظت یا دشمن کی ممکنہ حرکت کے ردِ عمل سے متعلق ہوتے تھے۔ سریۂ نخلہ، سیف البحر، ذو القرد، وادی القریٰ اور دیگر مہمات کو اگر صرف تاریخی واقعات کے طور پر دیکھا جائے تو ان کی مکمل معنویت واضح نہیں ہوتی۔ لیکن جب ان کے راستوں، مسافتوں، مقامی قبائل، پانی کے امکانات اور تجارتی شاہراہوں کو ساتھ رکھا جاتا ہے تو یہ مہمات اسلامی ریاست کے دفاعی شعور اور علاقائی آگاہی کی منظم مثالیں بن جاتی ہیں۔

زیرِ نظر تحقیق میں کلاسیکی کتبِ سیرت، مغازی، طبقات، تواریخ اور معاجم البلدان کو بنیادی تاریخی مصادر کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ ان میں ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ، واقدی کی کتاب المغازی، ابن سعد کی الطبقات الکبری، طبری کی تاریخ الأمم والملوک، یاقوت الحموی کی معجم البلدان اور سَمہودی کی وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ واقدی کی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے محدثین کی تنقیدی آرا کو ملحوظ رکھا جائے گا اور جہاں ممکن ہوگا، ان کی فراہم کردہ جغرافیائی تفصیلات کو دیگر مصادر سے تقابل کے بعد استعمال کیا جائے گاجدید عسکری جغرافیہ کے اصولوں کو اس تحقیق میں توضیحی اور تقابلی آلے کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس منہج کا مقصد سیرتِ نبوی ﷺ کو جدید عسکری نظریات کا تابع بنانا نہیں، بلکہ ان واقعات کے زمینی، مکانی اور عملی پہلوؤں کو زیادہ واضح کرنا ہے۔ اس لیے تاریخی روایت، جغرافیائی قرائن اور جدید عسکری اصطلاحات کے درمیان امتیاز برقرار رکھا جائے گاحاصلِ کلام یہ ہے کہ غزوات و سرایا کے مقامات کا مطالعہ سیرتِ نبوی ﷺ میں موجود حکمت، تدبیر، توکل، منصوبہ بندی اور زمینی حقائق کے ادراک کو نمایاں کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی محض عددی قوت یا جنگی جرأت پر مبنی نہ تھی؛ اس میں راستوں کی پہچان، پانی کے وسائل، پہاڑی مقامات، دفاعی

---

[5] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة أحد

[6] (U.S. Department of the Army, FM 34-130, 2-14

[7] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج 2؛ الواقدی، کتاب المغازی، ج 2؛ ابن ہشام، السیرة النبویۃ، ج 2

[8] القرآن، الفتح 48:1

[9] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر غزوۃ تبوک؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج 2، ذکر غزوۃ تبوک

رکاوٹوں، قلعہ بندیوں، قبائلی جغرافیہ اور رسدی امکانات کا گہرا شعور شامل تھا۔ یہی جغرافیائی آگاہی زیر نظر تحقیق کا بنیادی موضوع اور اس کی علمی اہمیت کا اصل مرکز ہے۔

عسکری جغرافیہ کا مفہوم، دائرۂ کار اور سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے میں اس کی معنویت

عسکری تاریخ کا مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک میدانِ جنگ، راستوں، وادیوں، پہاڑوں، آبی ذخائر، آبادیوں، قلعہ بندیوں اور رسدی امکانات کو واقعات کے ساتھ مربوط نہ کیا جائے۔ کسی بھی جنگ، مہم یا فوجی نقل و حرکت کا نتیجہ صرف عددی قوت، اسلحہ، قیادت یا حوصلے سے متعین نہیں ہوتا؛ زمین کی ساخت، موسم، فاصلے، پانی، نقل و حمل، انسانی آبادی، راستوں کی وسعت اور دفاعی رکاوٹیں بھی فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی منظم مطالعے کو عسکری جغرافیہ کہا جاتا ہے۔

عسکری جغرافیہ: اصطلاحی مفہوم

عسکری جغرافیہ سے مراد کسی خطے کے طبعی، انسانی، معاشی اور تزویراتی عناصر کا ایسا مطالعہ ہے جس کے ذریعے یہ سمجھا جا سکے کہ مخصوص زمین، ماحول اور مکانی ساخت فوجی منصوبہ بندی، دفاع، حملہ، نقل و حرکت، رسد اور فیصلہ سازی کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں عسکری جغرافیہ محض نقشے پر مقامات کی تعیین نہیں بلکہ زمین اور طاقت کے باہمی تعلق کا مطالعہ ہے۔

جدید عسکری جغرافیہ میں Terrain Analysis بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے تحت یہ دیکھا جاتا ہے کہ:

- کون سا مقام نگرانی کے لیے موزوں ہے؛
- کن راستوں سے لشکر پیش قدمی کر سکتا ہے؛
- کہاں قدرتی یا مصنوعی رکاوٹیں موجود ہیں؛
- کن مقامات پر قابض ہونا فیصلہ کن فائدہ دے سکتا ہے؛
- کہاں لشکر کو پردہ، تحفظ یا دفاعی سہولت حاصل ہو سکتی ہے؛
- پانی، خوراک اور نقل و حمل کے وسائل کہاں دستیاب ہیں؛
- اور کون سے راستے رسد یا واپسی کے لیے محفوظ ہیں۔

امریکی عسکری رہنما متن ATP 2-01.3: Intelligence Preparation of the Battlefieldمیں زمینی تجزیے کے لیے Observation and Fields of Fire، Avenues of Approach، Key Terrain، Obstacles، اور Cover and Concealmentکو بنیادی عناصر قرار دیا گیا ہے[10]۔ یہ عناصر عسکری جغرافیے کے عملی مطالعے کے لیے بنیادی فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔

عسکری جغرافیہ اور عمومی جغرافیہ میں فرق

عمومی جغرافیہ زمین، موسم، آبادی، معیشت، وسائل اور انسانی ماحول کا مطالعہ کرتا ہے، جبکہ عسکری جغرافیہ انہی عناصر کو جنگی اور تزویراتی زاویے سے دیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک وادی عمومی جغرافیہ میں زرعی یا قدرتی اکائی ہو سکتی ہے، لیکن عسکری جغرافیہ میں وہ:

- پیش قدمی کا راستہ،

[10] U.S. Department of the Army, ATP 2-01.3: Intelligence Preparation of the Battlefield، Washington, DC, 2019

- کمین گاہ،
- رسدی گزرگاہ،
- دفاعی رکاوٹ،
- یا لشکری اجتماع کا مقام

بن سکتی ہے۔اسی طرح ایک پہاڑ عمومی جغرافیہ میں قدرتی بلندی ہے، لیکن فوجی تناظر میں وہObservation Post ، Defensive Positionیا Key Terrain کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ پانی کا کنواں عام معاشرتی زندگی میں روزمرہ ضرورت ہے، مگر صحرائی جنگ میں وہ Water Logistics اور Operational Sustainability کا بنیادی وسیلہ بن جاتا ہے۔

عسکری جغرافیہ کا دائرۂ کار

عسکری جغرافیہ کا دائرۂ کار وسیع ہے اور اسے چند بنیادی شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1.طبعی جغرافیہ

اس میں زمین کی ساخت، پہاڑ، وادیاں، صحرائی میدان، پتھریلے علاقے، ساحل، دریا، کنوئیں، چشمے، آب و ہوا اور موسم شامل ہیں۔ یہ عناصر لشکر کی رفتار، قیام، نقل و حرکت اور دفاع کو متاثر کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے اطراف موجود حرّات اس کی نمایاں مثال ہیں۔ مشرق میں حرّہ واقم اور مغرب میں حرّہ وبرہ نے مدینہ کو ایک قدرتی دفاعی حصار فراہم کیا[11]۔

2.راستوں اور نقل و حرکت کا مطالعہ

فوجی منصوبہ بندی میں راستوں کی نوعیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ ہر راستہ لشکر کے لیے یکساں موزوں نہیں ہوتا۔ بعض راستے تیز نقل و حرکت کے لیے مناسب ہوتے ہیں، بعض تنگ گھاٹیوں سے گزرتے ہیں، بعض دشمن کی نگرانی میں ہوتے ہیں اور بعض متبادل یا خفیہ راستے ہوتے ہیں۔ جدید عسکری اصطلاح میں انہیں **Avenues of Approach**اور **Mobility Corridors** کہا جاتا ہےہجرتِ نبوی ﷺ میں عمومی شمالی راستے کے بجائے ابتدا میں جنوب کی جانب غارِ ثور کا رخ کرنا اور بعد ازاں نسبتاً کم معروف راستہ اختیار کرنا جغرافیائی تدبیر کی نمایاں مثال ہے[12]۔

3.آبی وسائل اور رسد

صحرائی ماحول میں پانی محض انسانی ضرورت نہیں بلکہ فوجی طاقت کا بنیادی عنصر ہے۔ کسی لشکر کے لیے پانی، خوراک، چارہ، سواریوں کی نگہداشت اور قیام کی سہولتیں اس کی عملی بقا کو متعین کرتی ہیں۔ غزوۂ بدر میں کنوؤں کی اہمیت اسی پہلو سے سامنے آتی ہے۔ بدر کا مقام قافلہ جاتی راستے، وادی، پانی کے ذخائر اور لشکری پوزیشنوں کے باہمی تعلق کی ایک اہم مثال ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ[13]"یہ آیت میدانِ بدر کا مکانی خاکہ پیش کرتی ہے: مسلمان قریب والے کنارے پر، مخالف لشکر دور والے کنارے پر اور قافلہ زیریں سمت میں تھا۔

4.دفاعی جغرافیہ

دفاعی جغرافیہ اس امر کا مطالعہ ہے کہ زمین کی ساخت کسی شہر، بستی یا لشکر کو کس طرح تحفظ فراہم کرتی ہے۔ مدینہ منورہ اس کی بہترین مثال ہے۔ شہر کے اطراف آتش فشانی پتھریلی زمینیں، باغات، وادیاں اور آبادیاں ایسی قدرتی رکاوٹیں تھیں جو دشمن

---

[11] نور الدين على بن احمد السمهودی، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفى، بيروت: دار الكتب العلمية، 1998، ج 1
[12] عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 1، ذکر ہجرة رسول الله ﷺ
[13] القرآن، الأنفال 8:42

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s8), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

کی وسیع پیش قدمی کو محدود کرتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں اسی زمینی ساخت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کھلے شمالی حصے میں خندق کھودی گئی۔ خندق ایک مصنوعی رکاوٹ تھی جس نے دشمن کی نقل و حرکت کو روک دیا[14]۔

5.بلند مقامات اور نگرانی

بلند مقامات فوجی لحاظ سے نگرانی، تیراندازی اور پیشگی اطلاع کے لیے اہم ہوتے ہیں۔ غزوۂ اُحد میں جبلِ عینین، جسے بعد میں جبلِ رماۃ کہا گیا، اسی نوعیت کا مقام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو وہاں متعین فرمایا تاکہ عقب سے ہونے والی ممکنہ پیش قدمی کو روکا جا سکے[15]۔ اس واقعے کو جدید عسکری زبان میں Key Terrain، Observation اور Fields of Fire کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے۔ بلند مقام پر قابض گروہ دشمن کی حرکت دیکھ سکتا ہے، مخصوص راستے پر تیراندازی کر سکتا ہے اور لشکر کے عقب کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

6.قلعہ بند بستیوں اور محاصروں کا مطالعہ

عسکری جغرافیہ کا ایک اہم شعبہ Fortification Systems اور Siege Warfare ہے۔ مدینہ کے اطراف بنو نضیر، بنو قریظہ اور دیگر قبائل کی قلعہ بند بستیاں موجود تھیں۔ خیبر میں یہ نظام زیادہ منظم صورت میں سامنے آتا ہے، جہاں متعدد قلعے، زرعی ذخائر، آبی وسائل اور دفاعی مراکز موجود تھے[16]۔خیبر کا مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ قلعہ بند مرکز کے خلاف مہم کھلے میدان کی جنگ سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں مرحلہ وار پیش قدمی، محاصرہ، داخلی راستوں کی شناخت، رسد، نفسیاتی دباؤ اور مذاکرات اہم ہوتے ہیں۔

7.انسانی اور قبائلی جغرافیہ

عسکری جغرافیہ صرف زمین کا مطالعہ نہیں بلکہ انسانی آبادی، قبائلی حدود، سیاسی وفاداریوں، مقامی معاہدات اور سماجی روابط کا بھی مطالعہ ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں مختلف قبائل مخصوص علاقوں میں آباد تھے اور ان کے محلِ وقوع کا سیاسی و عسکری اثر ہوتا تھا۔ بعض قبائل قافلہ جاتی راستوں کے قریب تھے، بعض مدینہ کے اطراف میں، بعض نجد کے میدانوں میں اور بعض شام کی طرف جانے والی شاہراہوں پر۔

8.موسم اور وقت

جدید عسکری جغرافیہ میں زمین اور موسم کو الگ نہیں کیا جاتا۔ شدید گرمی، سردی، بارش، ہوا، ریت، پانی کی قلت اور سفر کی مدت لشکر کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ غزوۂ تبوک میں طویل مسافت، شدید گرمی اور قلتِ وسائل بنیادی عوامل تھے۔ قرآن مجید نے منافقین کا قول نقل کیا:لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ"[17]اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تبوک کی مہم میں موسم ایک نمایاں عملی چیلنج تھا۔ یہ مہم Logistics، Endurance اور Long-Range Mobility کے مطالعے کے لیے اہم مثال فراہم کرتی ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے میں عسکری جغرافیہ کی معنویت

سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری واقعات کا مطالعہ عموماً اخلاقی، دینی اور تاریخی زاویے سے کیا جاتا ہے، جو اپنی جگہ نہایت اہم ہے۔ تاہم جغرافیائی زاویہ شامل کرنے سے ان واقعات کی عملی حکمت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً:

- بدر میں پانی اور وادی کی ساخت؛

[14] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر غزوۃ الخندق؛ محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 2

[15] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد

[16] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج 2؛ الواقدی، کتاب المغازی، ج 2، غزوۃ خیبر

[17] القرآن، التوبۃ 9:81

- اُحد میں پہاڑی مقام اور عقب کا تحفظ؛
- خندق میں قدرتی رکاوٹوں اور مصنوعی دفاعی خط کا امتزاج؛
- خیبر میں قلعوں کا مرحلہ وار محاصرہ؛
- حدیبیہ میں متبادل راستہ اور سفارتی مقام؛
- تبوک میں طویل فاصلے اور رسد؛

یہ سب واقعات عسکری جغرافیہ کے اصولوں کے تحت زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔یہاں ایک اہم علمی احتیاط ضروری ہے۔ جدید عسکری اصطلاحات کو عہدِ نبوی ﷺ پر بعینہٖ منطبق کرنا درست نہیں، کیونکہ ہر دور کی زبان، وسائل اور جنگی ساخت مختلف ہوتی ہے۔ لیکن جدید اصطلاحات کو توضیحی آلے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح تاریخی واقعہ اپنی اصل صورت میں برقرار رہتا ہے اور اس کی عملی حکمت جدید قاری کے لیے زیادہ منظم انداز میں سامنے آتی ہے۔

سیرت، اخلاق اور عسکری تدبیر

سیرتِ نبوی ﷺ میں عسکری جغرافیہ کا مطالعہ محض جنگی تکنیک کا مطالعہ نہیں۔ اس کا مقصد یہ دکھانا بھی ہے کہ نبوی قیادت میں:

- توکل کے ساتھ تدبیر،
- شجاعت کے ساتھ منصوبہ بندی،
- دفاع کے ساتھ اخلاق،
- فتح کے ساتھ عدل،
- اور عسکری قوت کے ساتھ انسانی ذمہ داری

جمع تھے۔رسول اللہ ﷺ نے زمینی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا، مگر جنگ کو مقصد بھی نہیں بنایا۔ بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور تبوک کے واقعات میں عسکری حکمتِ عملی، سیاسی بصیرت اور اخلاقی حدود باہم مربوط دکھائی دیتی ہیں۔

زیرِ نظر تحقیق کے لیے عملی منہج

اس آرٹیکل میں غزوات کے مقامات کا تجزیہ درج ذیل اصولوں کی روشنی میں کیا جائے گا:

1. مقام کی تاریخی تعیین؛
2. زمین کی طبعی ساخت؛
3. پانی، خوراک اور رسد؛
4. راستوں اور نقل و حرکت کے امکانات؛
5. قبائلی اور انسانی جغرافیہ؛
6. بلند مقامات اور دفاعی رکاوٹیں؛
7. قلعہ بندی اور محاصرے؛

8. موسم اور فاصلے؛
9. کلاسیکی مصادر کا تقابلی مطالعہ؛
10. جدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاحات کے ذریعے توضیح۔

مدینہ منورہ بطور عسکری مرکز: حرّات، وادیوں، راستوں اور قدرتی دفاعی حدود کا تجزیہ

ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد مدینہ منورہ کو جو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی، وہ صرف اس کے روحانی تقدس، سیاسی امکانات یا معاشرتی تنوع کا نتیجہ نہ تھی؛ اس شہر کی قدرتی ساخت بھی اسلامی ریاست کے ابتدائی استحکام میں بنیادی کردار ادا کرتی تھی۔ مدینہ ایک نخلستانی بستی تھی جس کے اطراف آتش فشانی پتھریلے میدان، پہاڑی سلسلے، وادیاں، باغات، کنوئیں، زرعی آبادیاں اور محدود داخلی راستے موجود تھے۔ یہ تمام عناصر مل کر ایک ایسی قدرتی دفاعی فضا تشکیل دیتے تھے جس نے بیرونی حملوں کے امکانات کو محدود کیا اور مدنی عہد کی عسکری حکمتِ عملی کو مخصوص صورت عطا کی۔جدید عسکری جغرافیہ کی روشنی میں کسی شہر کی دفاعی حیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے صرف اس کی فصیلوں یا فوجی قوت کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ یہ بھی جانچا جاتا ہے کہ اس کے اطراف موجود قدرتی رکاوٹیں دشمن کی پیش قدمی کو کس طرح متاثر کرتی ہیں، کون سے راستے لشکری نقل و حرکت کے لیے قابلِ استعمال ہیں، پانی اور خوراک کہاں دستیاب ہیں، اور کون سے مقامات نگرانی یا دفاع کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ مدینہ منورہ کا جغرافیہ ان تمام پہلوؤں کی ایک نمایاں تاریخی مثال ہے۔

مدینہ منورہ کا جغرافیائی محلِ وقوع

مدینہ منورہ حجاز کے مغربی خطے میں واقع ایک قدیم نخلستانی شہر تھا۔ مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب واقع ہونے کے باعث یہ حجاز کے داخلی راستوں، شام کی طرف جانے والی قافلہ جاتی شاہراہوں اور نجد کی سمت کھلنے والے صحرائی علاقوں سے مربوط تھا۔ یاقوت الحموی نے مدینہ کو حجاز کے اہم شہروں میں شمار کرتے ہوئے اس کے متعدد نام، حدود اور نواحی مقامات کا ذکر کیا ہے[18]۔مدینہ کی جغرافیائی معنویت یہ تھی کہ یہ ایک طرف مکہ اور شام کے درمیان وسیع تر قافلہ جاتی نظام سے وابستہ تھا اور دوسری طرف اس کے اطراف نخلستان، کنوئیں اور زرعی پیداوار موجود تھی۔ مکہ مکرمہ کے برعکس، جہاں زرعی وسائل محدود تھے، مدینہ کھجوروں کے باغات، پانی کے ذخائر اور قابلِ کاشت زمینوں کے باعث طویل المدت شہری قیام کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ ابن سعد نے مدینہ کے باغات، کھجوروں اور آبی وسائل کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نخلستانی معیشت کو نمایاں کیا ہے[19]۔یہ محلِ وقوع اسلامی ریاست کے لیے نہایت اہم ثابت ہوا۔ مدینہ کسی کھلے میدان میں واقع غیر محفوظ بستی نہ تھا، بلکہ اس کے اطراف موجود قدرتی ساخت نے اسے ایک ایسے دفاعی مرکز میں تبدیل کر دیا تھا جس پر بڑے لشکر کے ساتھ براہِ راست حملہ آسان نہ تھا۔

حرّات: مدینہ کی قدرتی فصیلیں

مدینہ منورہ کی عسکری جغرافیہ میں سب سے اہم عنصر اس کے اطراف موجود حرّات تھیں۔ حرّہ ایسی سنگلاخ اور آتش فشانی زمین کو کہا جاتا ہے جس میں سیاہ پتھر، ناہموار سطح، تیز دھار چٹانیں اور دشوار گزار راستے پائے جاتے ہیں۔ اس نوعیت کی زمین پر بڑی تعداد میں گھڑ سواروں، اونٹوں اور جنگی سازوسامان کے ساتھ تیز رفتار پیش قدمی نہایت مشکل ہوتی ہے۔مدینہ کے مشرق میں حرّہ واقم اور مغرب میں حرّہ وبرہ واقع تھیں۔ سَمہودی نے مدینہ کی حرّات کا ذکر کرتے ہوئے شہر کی قدرتی حدود اور اس کے نواحی مقامات کی تفصیلات محفوظ کی ہیں[20]۔ ان حرّات نے مدینہ کے دونوں اطراف ایسی قدرتی دیواریں قائم کر دی تھیں جنہیں بڑے لشکر کے لیے عبور کرنا دشوار تھا۔جدید عسکری جغرافیہ میں ایسی زمینی ساخت کو Natural Obstacle کہا جاتا ہے۔ قدرتی رکاوٹ کا مقصد ہمیشہ دشمن کو مکمل طور پر روکنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کی نقل و حرکت کو محدود کرنا، رفتار کم کرنا اور اسے مخصوص راستوں کی طرف دھکیلنا بھی ہوتا ہے۔ مدینہ کی حرّات نے یہی کردار ادا کیا۔ دشمن کے لیے حملے کے ممکنہ راستے محدود ہو گئے، جس کے نتیجے میں دفاعی منصوبہ بندی نسبتاً واضح اور منظم بن گئی۔غزوۂ احزاب کے موقع پر اس جغرافیائی حقیقت کی اہمیت نمایاں طور پر سامنے آئی۔ قریش، غطفان اور ان کے اتحادی قبائل نے بڑے لشکر کے ساتھ

[18] یاقوت الحموی، معجم البلدان، بیروت: دار صادر، 1977، ذیل مادہ: "المدینۃ
[19] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج 1، ذکر ہجرۃ رسول اللہ ﷺ إلی المدینۃ
[20] نور الدین علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998، ج 1، باب في حِرار المدینۃ

مدینہ کا رخ کیا، لیکن مشرقی اور مغربی حرّات، باغات اور آبادیاں ان کے لیے موزوں راستے نہ تھے۔ شمالی جانب نسبتاً کھلا علاقہ موجود تھا؛ چنانچہ اسی حصے میں خندق کھودنے کی تدبیر اختیار کی گئی[21]۔

خندق: قدرتی اور مصنوعی دفاع کا امتزاج

غزوۂ خندق مدینہ منورہ کی عسکری جغرافیہ کو سمجھنے کے لیے بنیادی مثال ہے۔ مدینہ کے بعض اطراف قدرتی رکاوٹیں پہلے سے موجود تھیں؛ اس لیے تمام شہر کے گرد خندق کھودنے کی ضرورت نہ تھی۔ خندق صرف اس علاقے میں کھودی گئی جہاں سے دشمن کی پیش قدمی کا حقیقی امکان موجود تھا۔ اس تدبیر نے قدرتی اور مصنوعی دفاع کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر دیا۔

قرآن مجید نے غزوۂ احزاب کی شدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ[22]"یہ آیت محض نفسیاتی کیفیت کو بیان نہیں کرتی بلکہ مدینہ کے گرد دشمن کے دباؤ اور مختلف سمتوں سے پیدا ہونے والے خطرات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ خندق نے بڑے لشکر کی رفتار کو روک دیا اور دشمن کو طویل محاصرے پر مجبور کر دیا۔ گھڑ سوار دستے، جو کھلے میدان میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکتے تھے، خندق کے سامنے اپنی مکمل صلاحیت استعمال نہ کر سکے۔جدید عسکری اصطلاح میں خندق کو **Artificial Obstacle** اور **Defensive Chokepoint** دونوں کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد دشمن کو ایک محدود علاقے میں روکنا، اس کی نقل و حرکت کو سست کرنا اور مدافعین کو نسبتاً کم وسائل کے ساتھ بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کا موقع فراہم کرنا تھا۔ واقدی نے غزوۂ خندق کے واقعات میں مدینہ کے دفاع، خندق کی کھدائی اور مختلف مقامات پر مسلمانوں کی تعیناتی کا تفصیلی ذکر کیا ہے[23]۔ واقدی کی روایات کو تنقیدی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے، تاہم ان میں محفوظ مکانی تفصیلات عسکری جغرافیہ کی تشکیلِ نو میں اہم معاونت فراہم کرتی ہیں۔

شمال میں جبلِ اُحد اور جنوب میں جبلِ عیر

مدینہ منورہ کی قدرتی حدود میں پہاڑ بھی اہم کردار رکھتے تھے۔ شمال کی جانب جبلِ اُحد اور جنوب کی سمت جبلِ عیر شہر کے وسیع تر جغرافیائی منظرنامے کا حصہ تھے۔ یہ پہاڑ صرف زمینی علامات نہ تھے بلکہ سمتوں کی تعیین، سفر، نگرانی اور دفاعی فہم میں بھی اہم تھے۔رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے حرم کی حدود کے بیان میں فرمایا:الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ[24]"اس حدیث سے مدینہ کے جغرافیائی تصور میں پہاڑوں کی علامتی اور حد بندی کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ اگرچہ عسکری تجزیے میں مذہبی حدود اور فوجی حدود ایک ہی مفہوم نہیں رکھتے، تاہم یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ مدینہ کی شناخت اس کے نمایاں قدرتی نشانات سے وابستہ تھی۔جبلِ اُحد غزوۂ اُحد کے تناظر میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مدینہ کے شمالی حصے میں واقع تھا اور جنگ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی پشت کو پہاڑ کی طرف رکھا۔ اس ترتیب سے دشمن کے لیے بعض سمتوں سے حملہ دشوار ہو گیا، جبکہ جبلِ عینین پر تیر اندازوں کی تعیناتی نے ایک اہم راستے کی نگرانی ممکن بنائی[25]۔جدید عسکری زبان میں جبلِ اُحد اور جبلِ عینین کو **Key Terrain** اور **Observation Position** کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ کلیدی مقام وہ ہوتا ہے جس پر قبضہ یا نگرانی کسی فریق کو نمایاں عملی فائدہ فراہم کرے۔ غزوۂ اُحد میں تیر اندازوں کے مقررہ مقام سے ہٹنے کے بعد جنگی صورتِ حال کا تبدیل ہونا اس امر کی واضح مثال ہے کہ بلند مقام اور راستے کی نگرانی میدانِ جنگ میں کتنی اہم ہو سکتی ہے۔

وادیاں: زندگی، رسد اور نقل و حرکت کی شریانیں

مدینہ منورہ کے اطراف موجود وادیاں اس کی زرعی، معاشرتی اور عسکری زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتی تھیں۔ ان میں وادیِ عقیق، وادیِ بطحان، وادیِ قناۃ اور وادیِ رانوناء قابلِ ذکر ہیں۔ سَمہودی نے مدینہ کی وادیوں، کنوؤں، پہاڑوں اور نواحی مقامات کے لیے مستقل مباحث قائم کیے ہیں[26]۔وادیِ عقیق مدینہ کے معروف نخلستانی ماحول سے وابستہ تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت

---

[21] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 2، ذکر غزوۃ الخندق
[22] القرآن، الأحزاب 33:10
[23] محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 2، غزوۃ الخندق
[24] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ
[25] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد؛ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر غزوۃ أحد
[26] السمہودی، وفاء الوفا، ج 1، باب في أودية المدينة

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s8), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ[27]"وادیاں مدینہ کے لیے صرف زرعی پانی کی گزرگاہیں نہ تھیں۔ وہ نقل و حرکت کے قدرتی راستے، قافلوں کے ممکنہ گزرگاہی مقامات اور بعض صورتوں میں دفاعی حدود بھی تھیں۔ جدید عسکری اصطلاح میں انہیں Mobility Corridors کہا جا سکتا ہے، کیونکہ نسبتاً ہموار زمینی ساخت بڑے گروہوں، قافلوں اور لشکری دستوں کو حرکت کا امکان فراہم کرتی تھی۔ تاہم یہی راستے نگرانی اور دفاع کی ضرورت بھی پیدا کرتے تھے۔غزوۂ خندق کے موقع پر وادیوں، باغات اور آباد محلوں کی جغرافیائی ترتیب کا فائدہ اٹھایا گیا۔ ہر حصہ یکساں طور پر غیر محفوظ نہیں تھا؛ اس لیے دفاعی قوت کو پورے شہر کے گرد منتشر کرنے کے بجائے ممکنہ داخلی راستوں پر مرکوز کیا گیا۔ یہ تدبیر محدود وسائل کے مؤثر استعمال کی مثال ہے۔

باغات، نخلستان اور شہری دفاع

مدینہ کے کھجوروں کے باغات اور نخلستان عموماً معاشی و زرعی تناظر میں زیرِ بحث آتے ہیں، لیکن ان کی عسکری معنویت بھی اہم تھی۔ گھنے باغات، کھجوروں کے جھنڈ اور آبادیوں کے درمیان محدود راستے بڑے لشکر کی تیز رفتار پیش قدمی کو دشوار بنا سکتے تھے۔ اس طرح زرعی زمین بعض حالات میں Cover، Concealment اور Restricted Terrain کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔یہ نکتہ خصوصاً غزوۂ خندق کے تناظر میں اہم ہے۔ مدینہ کا ہر حصہ کھلا میدان نہ تھا؛ باغات، مکانات، پتھریلی زمین اور حرّات نے دشمن کے لیے آسان رسائی کو محدود کیا۔ خندق اسی دفاعی جغرافیے کی تکمیل تھی، نہ کہ اس سے الگ کوئی غیر مربوط اقدام۔مدینہ کی زرعی ساخت رسد کے لیے بھی معاون تھی۔ پانی، کھجوریں، باغات اور کنوئیں شہر کے طویل دفاع میں اہم وسائل فراہم کر سکتے تھے۔ صحرائی ماحول میں رسد کا مسئلہ محض خوراک تک محدود نہیں رہتا؛ پانی، جانوروں کا چارہ، قیام اور نقل و حرکت بھی عسکری استحکام کے بنیادی اجزاء بن جاتے ہیں۔

کنوئیں اور آبی وسائل

مدینہ کی نخلستانی زندگی کنوؤں سے وابستہ تھی۔ بئر رومہ، بئر اریس، بئر غرس، بئر بضاعہ اور دیگر کنوئیں مدنی جغرافیہ کا حصہ تھے۔ ان میں بعض کنوئیں سیرت اور حدیث کی روایات میں بھی مذکور ہیں[28]۔آبی وسائل کی موجودگی نے مدینہ کو مکہ سے مختلف عسکری صلاحیت عطا کی۔ کسی شہر کے لیے محاصرہ برداشت کرنے کی قوت اس کے پانی اور خوراک کے ذخائر سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ غزوۂ خندق کے دوران مسلمانوں کو شدید مشکلات کا سامنا رہا، لیکن مدینہ کا نخلستانی ماحول بنیادی شہری بقا کے لیے ایک معاون عامل تھایہی اصول بدر، خیبر اور تبوک جیسے دیگر واقعات میں بھی مختلف صورتوں میں سامنے آتا ہے۔ بدر میں کنوئیں میدانِ جنگ کی حکمتِ عملی کا حصہ بنے، خیبر میں نخلستان اور قلعہ بند زرعی مراکز محاصرے کی نوعیت پر اثر انداز ہوئے، جبکہ تبوک میں طویل فاصلہ اور پانی کی قلت رسدی دشواری کا سبب بنی۔

قافلہ جاتی راستے اور مدینہ کی تزویراتی مرکزیت

مدینہ منورہ کا عسکری کردار اس کے داخلی دفاع تک محدود نہ تھا۔ اس کا محلِ وقوع شام کی طرف جانے والے قافلہ جاتی راستوں کے قریب تھا۔ غزوۂ بدر کے پس منظر میں قریش کے تجارتی قافلے اور شام سے واپسی کا راستہ بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ قرآن مجید نے فرمایا:وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ[29]"اس سیاق میں ایک جانب قافلہ تھا اور دوسری جانب مسلح لشکر۔ مدینہ کا محلِ وقوع اسلامی ریاست کو قریش کی معاشی نقل و حرکت، علاقائی روابط اور ممکنہ خطرات کے بارے میں حساس بناتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مدنی دور کے متعدد سرایا میں راستوں کی نگرانی، اطلاعات کا حصول، قبائلی روابط اور تجارتی شاہراہوں کی حفاظت اہم عوامل کے طور پر سامنے آتے ہیں۔جدید عسکری جغرافیہ میں کسی اہم شاہراہ یا گذرگاہ کے قریب واقع شہر کو Strategic Node کہا جا سکتا ہے۔ مدینہ منورہ ایک ایسا ہی مرکز تھا جہاں سے شمال، جنوب، مشرق اور مغرب کی جانب نقل و حرکت ممکن تھی۔ یہی مرکزیت بعد میں بدر، اُحد، خندق، خیبر، حدیبیہ، فتح مکہ اور تبوک جیسے اہم مراحل میں مختلف صورتوں سے نمایاں ہوئی۔

انسانی اور قبائلی جغرافیہ

مدینہ کی دفاعی ساخت صرف زمین اور پہاڑوں پر منحصر نہ تھی۔ اوس، خزرج، یہودی قبائل، قلعہ بند بستیاں، زرعی زمینیں اور قبائلی وابستگیاں بھی اس کے عسکری ماحول کا حصہ تھیں۔ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد میثاقِ مدینہ نے مختلف گروہوں کی شہری اور دفاعی ذمہ داریوں کو منظم کیا۔ ابن ہشام نے صحیفۂ مدینہ کے متن میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ مدینہ پر حملے کی

---

[27] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب قول النبی ﷺ: العقیق واد مبارک

[28] السمہودی، وفاء الوفا، ج 3، ذکر آبار المدینۃ

[29] القرآن، الأنفال 8:7

صورت میں معاہدے کے فریق باہمی تعاون کے پابند ہوں گے[30]۔غزوۂ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ کی عہد شکنی اس لیے غیر معمولی خطرہ بن گئی کہ ان کی آبادیاں مدینہ کے دفاعی نظام کے اندرونی حلقے سے متعلق تھیں۔ خارجی لشکر کے ساتھ داخلی خطرے کا پیدا ہو جانا محاصرے کی صورتِ حال کو زیادہ پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ جدید عسکری اصطلاح میں اسے **Internal Vulnerability** یا دفاعی حصار کے اندر پیدا ہونے والا خطرہ کہا جا سکتا ہے۔

تجزیاتی نتیجہ

مدینہ منورہ کی عسکری اہمیت کسی ایک عنصر کا نتیجہ نہ تھی۔ اس کا دفاع ایک مرکب جغرافیائی نظام پر قائم تھا:

- مشرق اور مغرب میں حرّات؛
- شمال اور جنوب میں نمایاں پہاڑی حدود؛
- شہر کے اطراف وادیاں؛
- باغات اور نخلستان؛
- پانی کے کنوئیں؛
- محدود داخلی راستے؛
- قبائلی آبادیاں؛
- اور شام، مکہ، نجد اور ساحلی علاقوں سے مربوط قافلہ جاتی شاہراہیں۔

غزوۂ خندق میں اس قدرتی دفاعی ساخت کو مصنوعی رکاوٹ کے ساتھ مکمل کیا گیا۔ غزوۂ اُحد میں پہاڑی محلِ وقوع اور بلند مقام کی نگرانی کو استعمال کیا گیا۔ بدر کے تناظر میں مدینہ کی قافلہ جاتی شاہراہوں سے قربت نمایاں ہوئی، جبکہ خیبر کی مہم میں شمالی قلعہ بند مراکز سے متعلق علاقائی حکمتِ عملی سامنے آئی۔اس طرح مدینہ منورہ کو محض اسلامی ریاست کا دارالحکومت کہنا کافی نہیں۔ یہ ایک ایسا قدرتی، جغرافیائی اور تزویراتی مرکز تھا جس کی ساخت نے مدنی عہد کی عسکری منصوبہ بندی کو ممکن بنایا۔ نبوی قیادت نے اس زمین کو صرف مسکن کے طور پر نہیں برتا، بلکہ اس کے راستوں، وادیوں، حرّات، باغات اور دفاعی حدود سے واقفیت کو ایک مؤثر حکمتِ عملی میں تبدیل کیا۔

غزوۂ بدر: مقام، آبی وسائل، قافلہ جاتی راستے اور عسکری حکمتِ عملی کا جیو-اسٹریٹجک تجزیہ

غزوۂ بدر اسلامی تاریخ کا پہلا بڑا فیصلہ کن معرکہ تھا، لیکن اس کی اہمیت صرف اس امر میں نہیں کہ اس نے نوخیز اسلامی جماعت کو نمایاں فتح عطا کی؛ اس کی معنویت اس جغرافیائی، رسدی، نفسیاتی اور تزویراتی ساخت میں بھی پوشیدہ ہے جس کے اندر یہ معرکہ رونما ہوا۔ بدر کا میدان کسی اتفاقی تصادم کا مقام نہ تھا۔ یہ مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ایک ایسا جغرافیائی نقطہ تھا جہاں صحرائی راستے، قافلہ جاتی نقل و حرکت، آبی ذخائر، وادی کی ساخت اور ساحلی سمت جانے والے راستے باہم مربوط ہوتے تھے۔ اسی لیے بدر کو سمجھنے کے لیے صرف لشکروں کی تعداد یا جنگ کے نتائج پر توجہ کافی نہیں؛ اس کے میدان، راستوں اور پانی کے نظام کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

بدر کا جغرافیائی محلِ وقوع

بدر مدینہ منورہ کے جنوب مغربی رخ میں واقع ایک وادی نما مقام تھا جو مکہ اور شام کے درمیان قافلہ جاتی نظام سے مربوط تھا۔ یہاں کنوئیں موجود تھے اور یہی آبی وسائل اسے صحرائی سفر کے لیے اہم پڑاؤ بناتے تھے۔ عرب کے صحرائی ماحول میں کسی مقام کی تزویراتی قدر صرف اس کے فاصلے یا راستے سے متعین نہیں ہوتی، بلکہ پانی، سایہ، قیام، چارے اور نقل و حرکت کے امکانات سے بھی متعلق ہوتی ہے۔ بدر ان تمام عناصر کا مجموعہ تھا۔ابن ہشام نے غزوۂ بدر کے واقعات میں قافلے، راستے،

[30] ابن ہشام، السيرة النبوية، ج 1، ذكر كتاب رسول الله ﷺ بين المهاجرين والأنصار وموادعة يهود

لشکری نقل و حرکت اور میدان میں قیام کی تفصیلات محفوظ کی ہیں[31]۔ واقدی نے بدر کے مقام، کنوؤں اور لشکری پڑاؤ سے متعلق مزید جزئیات بیان کی ہیں، اگرچہ ان کی روایات کو حدیثی و تاریخی نقد کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے[32]۔بدر کی جغرافیائی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ صرف مدینہ سے مکہ جانے والے راستے کے قریب نہ تھا، بلکہ ساحلی سمت اور داخلی صحرائی راستوں کے درمیان ایک عبوری مقام بھی تھا۔ قریش کے لیے شام سے واپس آنے والے قافلے کی حفاظت معاشی اعتبار سے نہایت اہم تھی، جبکہ مدینہ کی اسلامی ریاست کے لیے قریش کی تجارتی نقل و حرکت محض کاروباری مسئلہ نہیں بلکہ سیاسی اور دفاعی سوال بھی تھی۔

قافلہ، راستہ اور معرکے کا پس منظر

غزوۂ بدر کے پس منظر میں شام سے واپس آنے والا قریشی تجارتی قافلہ بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ قافلہ ابو سفیان کی نگرانی میں سفر کر رہا تھا۔ جب اسے مسلمانوں کی ممکنہ پیش قدمی کا علم ہوا تو اس نے راستے کی نگرانی، اطلاعات کے حصول اور متبادل سمت اختیار کرنے کی تدبیر کی۔

ابن ہشام کی روایت کے مطابق قافلے نے ساحلی جانب نسبتاً محفوظ راستہ اختیار کیا، جبکہ مکہ سے نکلنے والا قریشی لشکر بدر کی طرف بڑھتا رہا[33]۔یہ مرحلہ جدید عسکری اصطلاح میں **Route Security** اور **Intelligence Preparation** سے متعلق ہے۔ قافلے کی سلامتی کے لیے صرف مسلح طاقت کافی نہ تھی؛ راستوں کے بارے میں بروقت معلومات، دشمن کی ممکنہ حرکت کا اندازہ اور متبادل راستے کا انتخاب بھی ضروری تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی صورتِ حال تیزی سے بدل گئی: ابتدائی مقصد قافلے کی نگرانی اور اس سے متعلق اقدام تھا، لیکن حالات نے ایک باقاعدہ عسکری تصادم کی صورت اختیار کر لی۔قرآن مجید نے اسی پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ[34]" اس آیت میں دو گروہوں کا ذکر ہے: ایک تجارتی قافلہ اور دوسرا مسلح لشکر۔ مسلمانوں کی فطری خواہش یہ تھی کہ کم خطرناک گروہ سے معاملہ ہو، لیکن الٰہی تقدیر نے ایک بڑے اور فیصلہ کن مرحلے کی طرف رہنمائی کی۔

میدانِ بدر کا قرآنی نقشہ

غزوۂ بدر کی جغرافیائی معنویت سب سے زیادہ سورۃ الأنفال کی اس آیت میں سامنے آتی ہے:إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ[35]" اس آیت میں تین مکانی عناصر بیان ہوئے ہیں:

1. مسلمان وادی کے قریب والے کنارے پر تھے؛
2. قریش دور والے کنارے پر تھے؛
3. تجارتی قافلہ زیریں سمت میں تھا۔

یہ آیت میدانِ بدر کو محض ایک تاریخی مقام کے طور پر نہیں بلکہ ایک واضح جغرافیائی ترتیب کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ جدید عسکری نقشہ بندی کی زبان میں اسے **Battlefield Disposition** کہا جا سکتا ہے، یعنی میدان میں مختلف قوتوں، راستوں اور مقامات کی باہمی ترتیب۔یہاں "العدوۃ الدنیا" اور "العدوۃ القصویٰ" کے الفاظ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وادی کے دونوں کنارے یکساں نہ تھے۔ لشکروں کی جگہ، زمین کی بلندی یا نشیب، پانی تک رسائی اور قافلے کے راستے سے قربت معرکے کی نوعیت پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ اس لیے قرآن کی یہ آیت سیرت کے عسکری جغرافیے کے لیے بنیادی نص کی حیثیت رکھتی ہے۔

---

[31] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 1، ذکر غزوۃ بدر الکبری

[32] محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 1، غزوۃ بدر

[33] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 1، ذکر خروج أبي سفيان بالعير وخروج قريش

[34] القرآن، الأنفال 8:7

[35] القرآن، الأنفال 8:42

کنوئیں Water Logistics

بدر کے میدان میں سب سے اہم تزویراتی عنصر پانی تھا۔ صحرائی جنگ میں پانی صرف پینے کی ضرورت نہیں بلکہ لشکر کی عملی بقا، قیام، حوصلے اور نقل و حرکت کا بنیادی وسیلہ ہوتا ہے۔ انسانوں کے ساتھ سواریوں، جانوروں اور زخمیوں کی ضروریات بھی پانی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ جس فریق کو آبی ذخائر تک بہتر رسائی حاصل ہو، اسے نمایاں عملی فائدہ مل سکتا ہے کتبِ سیرت میں حضرت حباب بن المنذرؓ سے منسوب ایک معروف روایت ملتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مقامِ قیام کے بارے میں عرض کیا کہ اگر یہ جگہ وحی کی بنیاد پر متعین نہیں ہوئی تو بہتر ہوگا کہ ایسی جگہ قیام کیا جائے جہاں پانی کے ذخائر پر مؤثر کنٹرول حاصل ہو۔ اس روایت کے مطابق رائے قبول کی گئی اور مسلمانوں نے مناسب مقام اختیار کیا[36]۔اس روایت کے اسنادی پہلو پر اہلِ علم نے گفتگو کی ہے، اس لیے اسے قطعی حدیثی نص کے بجائے کتبِ سیرت میں محفوظ مشہور تاریخی روایت کے طور پر بیان کرنا زیادہ محتاط طرزِ عمل ہے۔ تاہم اس کا بنیادی مفہوم میدانِ بدر کے جغرافیائی حالات سے ہم آہنگ ہے: پانی پر بہتر رسائی صحرائی جنگ میں فیصلہ کن فائدہ فراہم کرتی ہے۔جدید عسکری جغرافیہ میں اسے **Water Logistics** یا **Resource Denial** کے عنوان سے سمجھا جا سکتا ہے۔ Water Logistics سے مراد پانی کی فراہمی، تحفظ اور تقسیم ہے، جبکہ Resource Denial سے مراد دشمن کو اہم وسائل تک آسان رسائی سے محروم کرنا ہے۔

بارش، زمین اور قدموں کا ثبات

غزوۂ بدر میں بارش کا ذکر قرآن مجید نے خاص طور پر کیا ہے:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ[37]”اس آیت میں بارش کے متعدد اثرات بیان کیے گئے ہیں:

- طہارت؛
- وسوسوں کا ازالہ؛
- قلبی استحکام؛
- اور قدموں کا ثبات۔

آخری تعبیر عسکری جغرافیہ کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ صحرائی اور ریتلی زمین میں بارش بعض مقامات پر سطح کو مضبوط کر سکتی ہے، جس سے نقل و حرکت نسبتاً آسان ہو جاتی ہے۔ قرآن نے اس زمینی اثر کو روحانی اور نفسیاتی استحکام کے ساتھ مربوط کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میدانِ جنگ میں ماحول، موسم، نفسیات اور روحانی کیفیت ایک دوسرے سے جدا نہیں تھے۔جدید عسکری منصوبہ بندی میں Weather Analysis کو Terrain Analysis کے ساتھ ملا کر دیکھا جاتا ہے، کیونکہ بارش، ریت، ہوا اور سطحِ زمین کی کیفیت لشکری حرکت، قیام اور حملے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بدر میں بارش اسی عملی حقیقت کی ایک نمایاں مثال ہے۔

لشکری قوت Tactical Positioning

مسلمانوں کی تعداد قریش کے مقابلے میں کم تھی۔ کلاسیکی مصادر میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً تین سو سے کچھ زائد اور قریشی لشکر کی تعداد تقریباً ایک ہزار بیان کی جاتی ہے[38]۔

اس عددی تفاوت کے باعث مسلمانوں کے لیے میدان کا درست انتخاب، صف بندی، حوصلے کا استحکام اور وسائل کا محتاط استعمال زیادہ اہم تھا۔ نبوی ﷺ حکمتِ عملی کا امتیاز یہ تھا کہ محدود وسائل کو منتشر کرنے کے بجائے انہیں منظم صف، واضح قیادت اور مؤثر مقام کے ساتھ استعمال کیا گیا۔جدید عسکری زبان میں اسے **Force Concentration** اور **Tactical Positioning**

---

[36] الواقدی، کتاب المغازی، ج 1، غزوة بدر؛ ابن ہشام، السیرة النبویۃ، ج 1، ذکر نزول رسول اللہ ﷺ ببدر
[37] القرآن، الأنفال 8:11
[38] ابن ہشام، السیرة النبویۃ، ج 1، ذکر عدد أصحاب رسول اللہ ﷺ یوم بدر؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج 2، ذکر غزوة بدر

کہا جا سکتا ہے۔Force Concentration کا مطلب یہ نہیں کہ فوج عددی اعتبار سے بڑی ہو، بلکہ یہ کہ دستیاب قوت کو ایسے مقام اور ایسے وقت پر استعمال کیا جائے جہاں اس کا اثر زیادہ ہو۔

عریشCommand Position

کتبِ سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عریش یا سایہ دار مقام تیار کیے جانے کا ذکر ملتا ہے، جہاں سے آپ ﷺ دعا، نگرانی اور قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے[39]۔اس مقام کو جدید اصطلاح میں ایک ابتدائی Command Post کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے، اگرچہ عہدِ نبوی ﷺ اور جدید عسکری اداروں کے درمیان براہِ راست مماثلت قائم کرنا درست نہیں۔ مقصود صرف یہ واضح کرنا ہے کہ قیادت کے لیے ایسا مقام اختیار کیا گیا جہاں سے صورتِ حال پر نظر رکھی جا سکے، رابطہ قائم رہے اور ضرورت کے مطابق فیصلہ سازی ممکن ہو۔

روحانی استقامت اور عسکری تیاری

غزوۂ بدر کا عسکری تجزیہ کرتے ہوئے اس کے روحانی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کی دعا، فرشتوں کی مدد، قلبی ثبات اور الٰہی نصرت کا ذکر کیا ہے:

"إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ"[40]یہاں ایک بنیادی علمی نکتہ سامنے آتا ہے: اسلامی تصورِ جنگ میں تدبیر اور توکل ایک دوسرے کی ضد نہیں۔ میدان کا انتخاب، پانی کی اہمیت، صف بندی، راستوں کی نگرانی اور قیادت کی تنظیم اپنی جگہ ضروری تھے؛ لیکن فتح کا حتمی انتساب اللہ تعالیٰ کی مدد کی طرف تھا۔ بدر کی امتیازی حیثیت یہی ہے کہ اس میں مادی اسباب اور روحانی یقین ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوئے۔

Strategic Node بدر بطور

جدید عسکری جغرافیہ کی روشنی میں بدر کو ایک Strategic Node کہا جا سکتا ہے۔Strategic Node ایسا مقام ہوتا ہے جہاں راستے، وسائل، نقل و حرکت اور سیاسی مفادات ایک دوسرے سے ملتے ہوں۔ بدر میں:

- قافلہ جاتی راستہ موجود تھا؛
- پانی کے ذخائر تھے؛
- وادی کی ساخت تھی؛
- مکہ اور مدینہ کے درمیان سیاسی کشمکش کا اظہار ہوا؛
- اور ساحلی سمت کا راستہ بھی اہم تھا۔

اسی لیے بدر کی فتح صرف ایک میدان میں حاصل ہونے والی عسکری کامیابی نہ تھی، بلکہ اس نے قریش کی نفسیاتی برتری کو متاثر کیا، اسلامی ریاست کے سیاسی وقار میں اضافہ کیا اور مدینہ کو ایک فعال علاقائی قوت کے طور پر نمایاں کیا۔

جدید عسکری جغرافیہ کے ساتھ تقابلی مطالعہ

غزوۂ بدر کا تقابلی مطالعہ درج ذیل جدید عسکری تصورات کے ساتھ کیا جا سکتا ہے:

میدانِ بدر میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
وادی، کناروں، نشیب و فراز اور زمینی ساخت کا ادراک	Terrain Analysis

[39] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 1، ذکر العریش یوم بدر؛ الواقدی، کتاب المغازی، ج 1
[40] القرآن، الأنفال 8:9

میدانِ بدر میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
قافلے کے راستے، ساحلی انحراف اور لشکری نقل و حرکت	Route Security
بدر کے کنوؤں اور آبی ذخائر کی اہمیت	Water Logistics
بارش اور قدموں کے ثبات کا قرآنی ذکر	Weather Analysis
مناسب پڑاؤ، صف بندی اور محدود قوت کا مؤثر استعمال	Tactical Positioning
عریش اور قیادت کے لیے نسبتاً محفوظ مقام	Command Position
راستوں، پانی اور علاقائی سیاست کا اجتماع	Strategic Node
کم تعداد کے باوجود منظم اور مرکوز لشکری قوت	Force Concentration

یہ اصطلاحات توضیحی آلے کے طور پر استعمال کی جا رہی ہیں۔ ان کا مقصد یہ دعویٰ کرنا نہیں کہ کلاسیکی مصادر نے یہی زبان استعمال کی، بلکہ یہ واضح کرنا ہے کہ بدر کے واقعات میں موجود زمینی حکمت کو جدید قاری کے لیے منظم انداز میں کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔

نتیجہ

غزوۂ بدر کا جیو-اسٹریٹجک مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہ معرکہ محض دو لشکروں کا اتفاقی تصادم نہ تھا۔ اس کے پسِ پشت قافلہ جاتی راستے، ساحلی سمت، آبی ذخائر، وادی کی ساخت، بارش، لشکری تعیناتی اور نفسیاتی استحکام جیسے عوامل کارفرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے محدود وسائل کے باوجود زمینی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ تدبیر، مشاورت، نظم اور توکل کو یکجا کیابدر کی فتح یہ سبق دیتی ہے کہ عسکری کامیابی صرف کثرتِ تعداد سے حاصل نہیں ہوتی؛ درست مقام، وسائل کی شناخت، حالات کا ادراک، قیادت کی بصیرت اور اخلاقی و روحانی استقامت بھی فیصلہ کن اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی پہلو غزوۂ بدر کو سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری جغرافیے میں ایک بنیادی مطالعہ بناتا ہے۔

غزوۂ اُحد: جبلِ اُحد، جبلِ رماۃ اور عقب کے دفاع کا عسکری تجزیہ

غزوۂ اُحد اسلامی عسکری تاریخ کا ایک نہایت اہم معرکہ ہے، کیونکہ اس میں میدانِ جنگ کی جغرافیائی ساخت، بلند مقامات کی عسکری اہمیت، عقب کے دفاع، نظمِ لشکر اور کمان کی اطاعت کے باہمی تعلقات پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ بدر میں مسلمانوں نے محدود وسائل اور عددی قلت کے باوجود نمایاں فتح حاصل کی تھی، جبکہ اُحد میں ابتدائی برتری کے باوجود جنگی صورتِ حال اچانک تبدیل ہوگئی۔ اس تبدیلی کو صرف اخلاقی کمزوری یا مالِ غنیمت کی رغبت تک محدود کرکے دیکھنا کافی نہیں؛ اس کے پسِ پشت میدانِ جنگ کی مخصوص جغرافیائی ساخت، ایک کلیدی بلند مقام کی عسکری اہمیت اور اس مقام کے ترک کیے جانے کے نتیجے میں پیدا ہونے والا دفاعی خلا بھی بنیادی عوامل تھے۔

غزوۂ اُحد کا تاریخی پس منظر

غزوۂ بدر میں قریش کے متعدد اہم سردار مارے گئے تھے اور مکہ کی سیاسی و نفسیاتی برتری کو شدید دھچکا پہنچا تھا۔ بدر کے بعد قریش نے اپنے مقتولین کا انتقام لینے، تجارتی وقار بحال کرنے اور مدینہ کی ابھرتی ہوئی اسلامی ریاست کو کمزور کرنے کے لیے ایک بڑی فوجی مہم کی تیاری کی۔ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ قریش نے اپنی معاشی قوت، قبائلی روابط اور سابقہ شکست کے جذبات کو مجتمع کرکے مدینہ کی طرف پیش قدمی کی[41]۔غزوۂ اُحد محض بدر کا ردِ عمل نہ تھا بلکہ مدینہ پر عسکری دباؤ بڑھانے کی کوشش بھی تھا۔ قریش کا مقصد اسلامی ریاست کو اس کے مرکز کے قریب چیلنج کرنا تھا۔ اس اعتبار سے اُحد کا میدان

---

[41] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 2، ذکر غزوۂ احد

دفاعی جنگ کا مقام تھا، جہاں رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے قریب ایسی پوزیشن اختیار کرنا تھی جو شہر کی حفاظت، لشکر کی صف بندی اور دشمن کی گھڑ سوار قوت کے مقابلے کے لیے موزوں ہو۔

جبلِ اُحد کا جغرافیائی محلِ وقوع

جبلِ اُحد مدینہ منورہ کے شمالی حصے میں واقع ایک نمایاں پہاڑی سلسلہ ہے۔ یہ مدینہ کی جغرافیائی شناخت کا بنیادی حصہ تھا اور شہر کے شمالی دفاعی منظرنامے میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ غزوۂ اُحد اسی پہاڑ کے دامن میں پیش آیا۔ میدان کے انتخاب میں جبلِ اُحد کی موجودگی نہایت اہم تھی، کیونکہ پہاڑ کو پشت کی طرف رکھنے سے لشکر کا ایک بڑا حصہ قدرتی دفاعی تحفظ حاصل کر لیتا تھا۔عسکری جغرافیہ میں کسی پہاڑ، چٹان، وادی یا بلند مقام کو محض زمینی علامت نہیں سمجھا جاتا؛ اس کی اصل اہمیت اس بات میں ہوتی ہے کہ وہ:

- دشمن کی نقل و حرکت کو محدود کرتا ہے،
- لشکر کی پشت کو تحفظ دیتا ہے،
- نگرانی کے مواقع فراہم کرتا ہے،
- اور حملہ آور قوت کے ممکنہ راستوں کو متعین کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی پشت جبلِ اُحد کی طرف رکھی۔ ابن ہشام کے مطابق آپ ﷺ نے اُحد کے شعب میں وادی کے کنارے قیام فرمایا اور اپنے لشکر کی پشت پہاڑ کی جانب کردی[42]۔ یہ فیصلہ اس امر کی دلیل ہے کہ میدانِ جنگ کی طبعی ساخت کو مؤثر طور پر استعمال کیا گیا۔

جبلِ عینین یا جبلِ رماۃ: ایک کلیدی عسکری مقام

جبلِ اُحد کے قریب ایک نسبتاً چھوٹا بلند مقام واقع تھا جسے قدیم مصادر میں جبلِ عینین اور بعد کی شہرت میں جبلِ رماۃ کہا گیا۔ اس مقام کی عسکری حیثیت غیر معمولی تھی، کیونکہ یہ لشکرِ اسلام کے عقب اور پہلو کی حفاظت کے لیے موزوں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کو وہاں مقرر فرمایا۔صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا مقام نہ چھوڑیں، خواہ مسلمان غالب آ جائیں یا دشمن کو برتری حاصل ہو جائے[43]۔ ابن ہشام نے اس ہدایت کو مزید صراحت سے نقل کیا ہے کہ تیر انداز دشمن کے گھڑ سواروں کو تیروں سے روکے رکھیں تاکہ وہ لشکر کے پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں[44]۔

یہ مقام جدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاح میں **Key Terrain** تھا۔ **Key Terrain** سے مراد ایسا زمینی مقام ہے جس پر قبضہ کسی فریق کو نمایاں جنگی فائدہ فراہم کرے۔ جبلِ رماۃ پر موجود دستہ اگر اپنی جگہ قائم رہتا تو دشمن کے گھڑ سوار لشکرِ اسلام کے عقب تک آسانی سے رسائی حاصل نہ کر سکتے۔

عقب کا دفاع: دفاعی منصوبہ بندی کا بنیادی اصول

ہر لشکر کے لیے سامنے کا محاذ اہم ہوتا ہے، لیکن عقب کی حفاظت اس سے کم اہم نہیں۔ سامنے سے لڑنے والی فوج اگر اپنی پوری توجہ دشمن کے مرکزی لشکر پر مرکوز کر دے اور عقب یا پہلو غیر محفوظ رہ جائیں تو محدود تعداد میں موجود گھڑ سوار بھی فیصلہ کن نقصان پہنچا سکتے ہیں۔غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ نے اسی خطرے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تیر اندازوں کو ایسے مقام پر تعینات کیا جہاں سے وہ دشمن کی ممکنہ گھڑ سوار پیش قدمی کو روک سکیں۔ جدید عسکری زبان میں اسے **Rear Security** اور **Flank Protection** کہا جا سکتا ہے۔ **Rear Security** سے مراد لشکر کے عقب کی حفاظت ہے، جبکہ **Flank Protection** کا مقصد لشکر کے پہلوؤں کو دشمن کے چکر کاٹ کر ہونے والے حملے سے محفوظ رکھنا ہے۔جبلِ رماۃ

---

[42] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر نزول رسول اللہ ﷺ بالشعب من أحد
[43] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد، حدیث 4043
[44] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر أمر الرماۃ یوم أحد

کی پوزیشن ان دونوں مقاصد کو پورا کرتی تھی۔ تیر انداز بلند مقام سے دشمن کی حرکت دیکھ سکتے تھے، گھڑ سواروں کو روک سکتے تھے اور لشکر کے عقب تک پہنچنے والے راستے کو محفوظ بنا سکتے تھے۔

ابتدائی برتری اور میدان کی تبدیلی

جنگ کے ابتدائی مرحلے میں مسلمانوں کو نمایاں برتری حاصل ہوئی۔ قریشی صفوں میں انتشار پیدا ہوا اور بعض دستے پیچھے ہٹنے لگے۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب جبلِ رماۃ پر موجود بعض تیر اندازوں نے یہ سمجھا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے اور مالِ غنیمت جمع کرنے کا وقت آ گیا ہے۔صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یاد دلائی اور کہا کہ مقام نہ چھوڑو، لیکن ان میں سے متعدد افراد نیچے اتر آئے[45]۔ قرآن مجید نے اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ[46]"یہ آیت تین بنیادی عوامل کی نشاندہی کرتی ہے:

1. کمزوری؛
2. باہمی اختلاف؛
3. حکم سے انحراف؛

عسکری جغرافیہ کے اعتبار سے ان عوامل کا عملی نتیجہ یہ نکلا کہ ایک کلیدی مقام خالی ہوگیا، دفاعی نگرانی کمزور پڑ گئی اور دشمن کے لیے عقب تک رسائی کا راستہ کھل گیا۔

خالد بن ولیدؓ کا گھڑ سوار حملہ

اس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور قریش کے گھڑ سوار دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے میدان کی تبدیل ہوتی ہوئی صورتِ حال کو دیکھا، جبلِ رماۃ کے دفاعی خلا سے فائدہ اٹھایا اور عقب کی جانب سے حملہ کر دیا۔ یہ کارروائی اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں گھڑ سوار قوت نے کھلے راستے، بلند مقام کے خالی ہونے اور لشکر کی توجہ کے ہٹ جانے سے فائدہ اٹھایا۔جدید عسکری اصطلاح میں اسے **Exploitation of a Gap** اور **Flanking Maneuver** کہا جا سکتا ہے۔ **Exploitation of a Gap** سے مراد دشمن کی دفاعی صف میں پیدا ہونے والے خلا سے فوری فائدہ اٹھانا ہے، جبکہ **Flanking Maneuver** ایسا حملہ ہے جو سامنے کے بجائے پہلو یا عقب سے کیا جائے۔غزوۂ اُحد میں یہی ہوا۔ مسلمانوں کی ابتدائی برتری کے دوران دفاعی پوزیشن کمزور ہوئی، گھڑ سواروں نے عقب سے حملہ کیا اور میدان کی ترتیب بدل گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محدود مقام کی حفاظت پورے لشکر کی سلامتی سے وابستہ تھی۔

بلند مقام، Fields of Fire نگرانی

جبلِ رماۃ کی عسکری اہمیت صرف اس لیے نہ تھی کہ وہ قدرے بلند تھا، بلکہ اس لیے بھی کہ وہاں سے دشمن کی حرکت دیکھی جا سکتی تھی اور گھڑ سواروں پر تیر برسائے جا سکتے تھے۔ جدید عسکری جغرافیہ میں **Observation** اور **Fields of Fire** بنیادی تصورات ہیں۔

Observation سے مراد دشمن کی نقل و حرکت کا مشاہدہ ہے، جبکہ Fields of Fire سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں تعینات دستہ اپنے ہتھیار مؤثر طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ جبلِ رماۃ پر موجود تیر اندازوں کو دونوں فوائد حاصل تھے:

- وہ دشمن کے گھڑ سوار دستے کو دیکھ سکتے تھے؛
- اور اس کے قریب آنے پر تیراندازی کے ذریعے اسے روک سکتے تھے۔

[45] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، حدیث 4043
[46] القرآن، آل عمران 3:152

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فتح یا شکست، دونوں صورتوں میں وہیں قائم رہنے کا حکم دیا۔ یہ ہدایت دراصل اس مقام کی مستقل عسکری ضرورت کو واضح کرتی ہے۔ ان کا کام صرف ابتدائی مرحلے تک محدود نہ تھا، بلکہ پورے معرکے کے دوران عقب کا تحفظ تھا۔

جبلِ اُحد بطور Defensive Anchor

جبلِ اُحد نے لشکرِ اسلام کے لیے **Defensive Anchor** کا کردار ادا کیا۔**Defensive Anchor** سے مراد ایسی قدرتی یا مصنوعی رکاوٹ ہے جس کے ساتھ لشکر اپنی پوزیشن کو مستحکم کرتا ہے۔ پہاڑ کی موجودگی سے لشکر کی پشت کو جزوی تحفظ حاصل ہوا اور دشمن کی پیش قدمی کے امکانات محدود ہو گئے۔اگر لشکر کھلے میدان میں ہر طرف سے غیر محفوظ ہوتا تو قریش کے گھڑ سوار زیادہ آسانی سے مختلف سمتوں سے حملہ کر سکتے تھے۔ جبلِ اُحد نے اس امکان کو کم کیا، لیکن جبلِ رماة کے راستے کو محفوظ رکھنا ضروری تھا۔ اس طرح دونوں مقامات ایک دوسرے سے مربوط تھے:

- جبلِ اُحد نے بنیادی پشت فراہم کی؛
- جبلِ رماة نے ممکنہ عقب کے راستے کی نگرانی کی۔

مدینہ سے قربت اور دفاعی معنویت

غزوۂ اُحد مدینہ سے قریب پیش آیا۔ اس قربت کے باعث یہ معرکہ صرف لشکر اور لشکر کا تصادم نہ تھا بلکہ مدینہ کے دفاع سے بھی براہِ راست متعلق تھا۔ قریش مدینہ کے قریب آ چکے تھے، اس لیے عسکری فیصلہ سازی میں شہر کی سلامتی، مقامی آبادی، ممکنہ واپسی کے راستے اور دفاعی عمق اہم عوامل تھے۔جدید عسکری اصطلاح میں اسے **Defensive Depth** کہا جا سکتا ہے۔**Defensive Depth** سے مراد یہ ہے کہ شہر یا مرکز کے دفاع کو صرف آخری دیوار یا داخلی حد پر نہ چھوڑا جائے بلکہ دشمن کو اس سے پہلے مناسب مقام پر روکا جائے۔ اُحد کا میدان اسی نوعیت کا دفاعی مقام تھا۔

غزوۂ اُحد اور نظمِ کمان

غزوۂ اُحد کا ایک بنیادی سبق یہ ہے کہ عسکری منصوبہ بندی صرف درست مقام کے انتخاب سے کامیاب نہیں ہوتی؛ اس کے لیے حکم کی پابندی اور کمان کے نظم کا برقرار رہنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مقام کا انتخاب کیا، لشکر کی پشت محفوظ کی، تیر اندازوں کو بلند مقام پر تعینات کیا اور واضح ہدایات دیں۔ لیکن جب ان ہدایات پر مکمل عمل نہ ہوا تو میدان کی صورتحال تبدیل ہوگئی۔قرآن مجید نے اس واقعے کو محض شکست کے بیان کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ تربیت، احتساب اور اصلاح کے تناظر میں بیان کیا:

"وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ"[47] اس آیت میں غلطی کے باوجود معافی اور تربیت کا پہلو نمایاں ہے۔ عسکری اعتبار سے یہ واقعہ **Command Discipline** کی اہمیت واضح کرتا ہے۔**Command Discipline** سے مراد یہ ہے کہ دستہ اپنی ذمہ داری کو وقتی فائدے، جذبات یا ظاہری فتح کے سبب ترک نہ کرے۔

جدید عسکری جغرافیہ کے ساتھ تقابلی مطالعہ

غزوۂ اُحد کے واقعات کو جدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاحات کے ساتھ یوں سمجھا جا سکتا ہے:

غزوۂ اُحد میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
جبلِ عینین یا جبلِ رماة	Key Terrain
جبلِ اُحد کو لشکر کی پشت بنانا	Defensive Anchor

[47] القرآن، آل عمران 3:152

غزوۂ اُحد میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
تیر اندازوں کے ذریعے عقب کا تحفظ	Rear Security
گھڑ سواروں کے ممکنہ چکر کو روکنا	Flank Protection
بلند مقام سے دشمن کی نقل و حرکت پر نظر	Observation
تیر اندازوں کے لیے مؤثر فائرنگ کا دائرہ	Fields of Fire
خالی ہونے والے دفاعی مقام سے دشمن کا فائدہ اٹھانا	Exploitation of a Gap
عقب کی سمت سے گھڑ سوار حملہ	Flanking Maneuver
مقام نہ چھوڑنے کے واضح حکم کی پابندی	Command Discipline
مدینہ سے پہلے مناسب مقام پر دشمن کا سامنا	Defensive Depth

یہ اصطلاحات تاریخی واقعے کی اصل زبان نہیں، بلکہ توضیحی فریم ورک ہیں۔ ان کے ذریعے واقعے کے عسکری پہلو زیادہ منظم انداز میں سامنے آتے ہیں۔

اخلاقی اور عسکری پہلو کا امتزاج

غزوۂ اُحد کو صرف عسکری ناکامی کہنا درست نہیں۔ یہ واقعہ ایک تربیتی مرحلہ تھا جس میں مسلمانوں کو یہ سمجھایا گیا کہ:

- کامیابی کے بعد بھی نظم باقی رہنا چاہیے؛
- جزوی فتح حتمی فتح نہیں ہوتی؛
- کلیدی مقام کو وقتی فائدے کے لیے ترک نہیں کیا جا سکتا؛
- کمان کی اطاعت میدانِ جنگ میں اجتماعی بقا سے وابستہ ہوتی ہے؛
- اور عسکری تدبیر کو اخلاقی ضبط سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلامی عسکری فکر میں نظم، صبر، اطاعت اور ذمہ داری محض اخلاقی صفات نہیں بلکہ عملی طاقت کے عناصر بھی ہیں۔ غزوۂ اُحد میں ان اصولوں کی خلاف ورزی کا فوری اثر میدانِ جنگ پر ظاہر ہوا۔

نتیجہ

غزوۂ اُحد کا جیو-اسٹریٹجک مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ میدانِ جنگ کی طبعی ساخت اور بلند مقامات کی حفاظت عسکری کامیابی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جبلِ اُحد کو لشکر کی پشت بنایا، جبلِ رماۃ کو نگرانی اور عقب کے تحفظ کے لیے استعمال کیا اور تیر اندازوں کو نہایت واضح ہدایات دیں۔ ابتدائی مرحلے میں یہ منصوبہ مؤثر ثابت ہوا، لیکن کلیدی مقام کے جزوی طور پر خالی ہونے سے دشمن نے دفاعی خلا سے فائدہ اٹھایا اور جنگ کا رخ تبدیل ہوگیا۔اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری منصوبہ بندی میں زمین، مقام، راستہ، بلندی اور عقب کا تحفظ باہم مربوط عوامل ہیں۔ غزوۂ اُحد سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری جغرافیے میں اس لیے منفرد اہمیت رکھتا ہے کہ یہاں ایک چھوٹے سے بلند مقام کی حفاظت پورے لشکر کی سلامتی سے وابستہ تھی۔ یہی واقعہ جدید عسکری جغرافیہ کے اس اصول کی تاریخی مثال ہے کہ بعض اوقات پورے میدانِ جنگ کا توازن ایک محدود مگر کلیدی مقام پر قائم ہوتا ہے۔

غزوۂ خندق: مدینہ کی قدرتی رکاوٹیں، خندق اور دفاعی محاذ بندی کا عسکری تجزیہ

غزوۂ خندق، جسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری واقعات میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ بدر میں مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں براہِ راست مقابلہ کیا، اُحد میں پہاڑی محلِ وقوع اور عقب کے دفاع کی اہمیت سامنے آئی، جبکہ خندق میں مدینہ منورہ کو ایک جامع دفاعی نظام کے تحت محفوظ بنایا گیا۔ یہ معرکہ اس اعتبار سے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں قدرتی جغرافیہ، مصنوعی رکاوٹ، محدود افرادی قوت، داخلی خطرات، نفسیاتی دباؤ، رسدی مشکلات اور موسم کے اثرات ایک ہی دفاعی منظرنامے میں جمع ہو گئے تھے۔غزوۂ خندق کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی محض میدان میں شجاعت یا عددی مقابلے تک محدود نہ تھی، بلکہ اس میں شہر کی طبعی ساخت، دشمن کی ممکنہ پیش قدمی، قدرتی رکاوٹوں، کھلے راستوں، آبادیوں، باغات، قلعہ بند بستیوں اور داخلی کمزوریوں کا گہرا ادراک شامل تھا۔ جدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاحات میں اس معرکے کو **Defensive Geography**، **Obstacle Integration**، **Canalization**، **Economy of Force**، **Defensive Depth**، **Internal Vulnerability** اور **Weather Effects** کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے۔

تاریخی پس منظر: اتحادی لشکر کی تشکیل

غزوۂ خندق شوال 5ھ میں پیش آیا۔ قریش نے مدینہ کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے مختلف قبائل سے اتحاد قائم کیا۔ اس وسیع اتحاد میں قریش، غطفان اور ان کے حلیف قبائل شامل تھے، جبکہ بنو نضیر کے بعض جلا وطن سرداروں نے بھی قبائل کو مدینہ کے خلاف آمادہ کرنے میں کردار ادا کیا۔ چونکہ حملہ آور قوت مختلف قبائل کے مجموعے پر مشتمل تھی، اس لیے قرآن مجید نے اسے **الأحزاب** یعنی مختلف گروہوں کے متحدہ لشکر سے تعبیر کیا۔قرآن مجید نے اس صورتِ حال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا"[48] یہ آیت معرکے کے بنیادی عناصر کو سمیٹتی ہے: ایک بڑا دشمن لشکر، مدینہ کا محاصرہ، شدید دباؤ، اور بالآخر ہوا اور غیر مرئی مدد کے ذریعے دشمن کی پسپائی۔کلاسیکی سیرت نگاروں نے اتحادی لشکر کی تعداد تقریباً دس ہزار اور مسلمانوں کی تعداد تقریباً تین ہزار بیان کی ہے[49]۔ اعداد کی جزوی تفصیلات میں روایتی اختلاف ممکن ہے، لیکن اس امر میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کو واضح عددی عدم توازن کا سامنا تھا[50]۔

مدینہ منورہ کا قدرتی دفاعی جغرافیہ

مدینہ منورہ ایک کھلے صحرائی میدان میں واقع غیر محفوظ بستی نہ تھا۔ اس کے مشرق اور مغرب میں آتش فشانی پتھریلی زمینیں موجود تھیں جنہیں **حرّات** کہا جاتا ہے۔ مشرقی جانب حرّہ واقم اور مغربی جانب حرّہ وبرہ نے مدینہ کے اطراف ایک دشوار گزار قدرتی حصار پیدا کر رکھا تھا۔ ان پتھریلے میدانوں میں گھڑ سواروں اور بڑے لشکری دستوں کی تیز رفتار پیش قدمی مشکل تھی[51]۔مدینہ کے بعض جنوبی اور جنوب مشرقی حصوں میں آبادیاں، باغات، نخلستان اور قلعہ بند بستیاں موجود تھیں۔ یہ تمام عناصر بھی دشمن کی آزادانہ پیش قدمی کو محدود کرتے تھے۔ شمال اور شمال مغرب کی جانب نسبتاً کھلا علاقہ موجود تھا جہاں سے بڑا لشکر مدینہ کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ دفاعی منصوبہ بندی اسی کھلے محاذ کو محفوظ بنانے پر مرکوز ہوئی۔یہاں یہ علمی احتیاط ضروری ہے کہ خندق کے عین خطِ وقوع، مکمل لمبائی اور ہر حصے کی دقیق پیمائش کے بارے میں تمام روایات یکساں نہیں۔ تاہم دفاعی منطق واضح ہے: خندق پورے مدینہ کے گرد نہیں کھودی گئی، بلکہ ان مقامات پر کھودی گئی جہاں قدرتی رکاوٹیں دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے کافی نہ تھیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز: علمی احتیاط اور عسکری معنویت

سیرت ابن ہشام میں یہ روایت منقول ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کی تجویز پیش کی۔ ابن ہشام نے اس روایت کو "يُقال" کے اسلوب میں بیان کیا ہے: یعنی کہا جاتا ہے کہ سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا[52]۔تحقیقی

---

[48] القرآن، الأحزاب 33:9
[49] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 2، ذکر غزوۃ الخندق
[50] محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 2، غزوۃ الخندق
[51] نور الدین علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998، ج 1، باب في حِرار المدینة
[52] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر سلمان وإشارته بحفر الخندق

تحریر میں اس روایت کو معروف سیرتی روایت کے طور پر بیان کرنا مناسب ہے، لیکن اسے کسی صحیح متصل سند سے ثابت قطعی حدیثی نص قرار دینا محتاط علمی طریقہ نہیں۔ اس احتیاط کے باوجود خندق کی تدبیر کی عسکری اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ عرب قبائل کھلے میدان میں گھڑ سواری، تیز نقل و حرکت اور براہِ راست حملے کے عادی تھے؛ خندق نے اس مانوس جنگی انداز کو غیر مؤثر کر دیا۔

خندق بطور مصنوعی رکاوٹ

جدید عسکری جغرافیہ میں **Obstacle** سے مراد ایسی قدرتی یا مصنوعی رکاوٹ ہے جو دشمن کی نقل و حرکت کو روکے، سست کرے یا متبادل راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ خندق اس تعریف کا ایک واضح تاریخی مظہر تھی۔ اس نے حملہ آور لشکر کے گھڑ سوار دستوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکا اور دشمن کو براہِ راست حملے کے بجائے طویل محاصرے پر مجبور کر دیا۔خندق کے دفاعی اثرات کو چند نکات میں سمجھا جا سکتا ہے:

1. اس نے گھڑ سوار حملے کی رفتار توڑ دی؛
2. دشمن کے لیے اچانک یلغار ممکن نہ رہی؛
3. مدافعین کو محدود محاذ پر توجہ مرکوز کرنے کا موقع ملا؛
4. کم تعداد کے باوجود مسلمانوں نے بڑے لشکر کے مقابلے میں دفاعی توازن قائم رکھا؛
5. دشمن کو طویل قیام، خوراک، چارے اور موسمی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

جدید عسکری زبان میں اسے **Force Multiplier** کہا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک ایسی تدبیر جس نے محدود افرادی قوت کی دفاعی صلاحیت کو کئی گنا بڑھا دیا۔

دشمن کی حرکت کا محدود ہونا Canalization

خندق کا مقصد صرف دشمن کو روکنا نہ تھا، بلکہ اس کی حرکت کو مخصوص علاقوں تک محدود کرنا بھی تھا۔ عسکری جغرافیہ میں اسے **Canalization** کہا جاتا ہے۔ جب کسی لشکر کے سامنے پتھریلے میدان، آبادیاں، باغات اور مصنوعی خندق جمع ہو جائیں تو اس کے لیے آزادانہ نقل و حرکت دشوار ہو جاتی ہے۔ وہ چند محدود راستوں اور عبوری مقامات پر منحصر ہو جاتا ہے۔مدینہ کی حرّات اور خندق نے اتحادی لشکر کو کھلے میدان میں روک دیا۔ دشمن کی بڑی تعداد اس وقت مؤثر ثابت ہوتی جب اسے وسیع محاذ پر حملے، گھڑ سوار نقل و حرکت اور مختلف سمتوں سے پیش قدمی کا موقع ملتا۔ خندق نے اس عددی قوت کو عملی طور پر محدود کر دیا۔بعض سیرتی روایات میں ذکر ہے کہ دشمن کے چند مشہور سوار ایک نسبتاً تنگ مقام سے خندق عبور کرنے میں کامیاب ہوئے، مگر یہ انفرادی یا محدود پیش قدمی تھی، بڑے لشکر کا منظم عبور نہیں[53]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی رکاوٹ مکمل طور پر ناقابلِ عبور نہ بھی ہو، تب بھی وہ دشمن کی حرکت کو محدود کرکے مدافعین کو نمایاں فائدہ دے سکتی ہے۔

محدود قوت کا مؤثر استعمال :Economy of Force

مسلمانوں کی تعداد اتحادی لشکر کے مقابلے میں کم تھی۔ ایسی صورت میں پورے شہر کے گرد یکساں تعداد میں اہلکار متعین کرنا ممکن نہ تھا۔ نبوی ﷺ دفاعی حکمتِ عملی کا امتیاز یہ تھا کہ قدرتی رکاوٹوں کو موجودہ دفاعی نظام کا حصہ بنایا گیا اور انسانی قوت کو صرف ان مقامات پر مرکوز کیا گیا جہاں دشمن کی پیش قدمی کا حقیقی امکان تھا۔جدید عسکری اصول میں اسے **Economy of Force** کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ثانوی یا نسبتاً محفوظ علاقوں پر کم سے کم ضروری قوت رکھی جائے، جبکہ بنیادی خطرے کے مقام پر زیادہ توجہ اور وسائل مرکوز کیے جائیں۔ مدینہ کی حرّات، باغات اور آبادیاں پہلے سے دفاعی مدد فراہم کر رہی تھیں؛ خندق نے شمالی محاذ کی کمزوری کو پورا کیا۔

---

[53] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر من اقتحم الخندق من المشرکین

خندق کی کھدائی: اجتماعی نظم اور قیادت

خندق کی تعمیر محض ایک انجینئرنگ سرگرمی نہ تھی، بلکہ ریاستِ مدینہ کی اجتماعی تنظیم، قیادت اور نفسیاتی تیاری کا مظہر بھی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ مہاجرین و انصار نے گروہوں کی صورت میں خندق کھودی اور رسول اللہ ﷺ خود بھی اس عمل میں شریک رہے۔ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازبؓ سے منقول روایت میں رسول اللہ ﷺ کی شرکت، مٹی اٹھانے اور صحابہؓ کے ساتھ کام کرنے کا ذکر موجود ہے[54]۔یہ شرکت عسکری قیادت کے ایک اہم اصول کو واضح کرتی ہے: شدید بحران میں قیادت صرف احکام صادر نہیں کرتی بلکہ عملی مشقت، نفسیاتی حوصلہ افزائی اور اجتماعی اعتماد کی تشکیل میں شریک ہوتی ہے۔ خندق کی کھدائی نے مدینہ کے باشندوں کو یہ احساس دیا کہ دفاع کسی ایک دستے یا قبیلے کی ذمہ داری نہیں بلکہ پوری جماعت کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

محاصرہ، رسد اور نفسیاتی دباؤ

اتحادی لشکر کی بڑی تعداد بظاہر اس کی طاقت تھی، لیکن طویل محاصرے میں یہی تعداد رسدی بوجھ بھی بن گئی۔ صحرائی ماحول میں انسانوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے خوراک، پانی اور چارے کی مسلسل فراہمی ضروری تھی۔ جب فوری حملہ کامیاب نہ ہوا تو وقت مدافعین کے حق میں اور حملہ آوروں کے خلاف کام کرنے لگا۔قرآن مجید نے محاصرے کی نفسیاتی شدت کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا:إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ[55]"اس آیت میں صرف عسکری دباؤ نہیں بلکہ خوف، بے یقینی اور داخلی اضطراب کی کیفیت بھی سامنے آتی ہے۔ محاصرہ ایک ایسی جنگی صورت ہے جس میں دشمن کی موجودگی مسلسل نفسیاتی دباؤ پیدا کرتی ہے۔ مسلمانوں کو خارجی لشکر، محدود وسائل اور داخلی خطرات کا بیک وقت سامنا تھا۔

داخلی خطرہ اور بنو قریظہ

غزوۂ خندق کی پیچیدگی صرف خارجی محاصرے تک محدود نہ رہی۔ بنو قریظہ سے متعلق عہد شکنی کی خبریں سامنے آئیں تو مدینہ کے داخلی دفاع کے لیے ایک نیا خطرہ پیدا ہوگیا۔ ان کی آبادیاں مدینہ کے ایسے حلقے سے متعلق تھیں جہاں سے عورتوں، بچوں اور غیر جنگی آبادیوں کی سلامتی متاثر ہو سکتی تھی۔قرآن مجید نے اس نازک صورتِ حال کے دوران منافقانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا[56]"آیت میں گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا دعویٰ نقل کیا گیا ہے، لیکن قرآن اسے حقیقی دفاعی ضرورت کے بجائے فرار کی خواہش قرار دیتا ہے۔ اس مقام پر **Internal Vulnerability** اور نفسیاتی جنگ ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں۔ خارجی محاصرے کے دوران داخلی بے اعتمادی دفاعی نظام کو کمزور کر سکتی تھی۔بنو قریظہ کا معاملہ عسکری جغرافیہ کے اعتبار سے اس لیے اہم تھا کہ شہر کے اندرونی یا پچھلے حصے میں موجود خطرہ مدافعین کو دو محاذوں میں تقسیم کر سکتا تھا۔ اگر خارجی لشکر خندق کے سامنے اور داخلی مخالف گروہ مدینہ کے اندر سرگرم ہو جاتے تو دفاعی توازن شدید متاثر ہو سکتا تھا۔

نعیم بن مسعودؓ اور اتحادی اتحاد کا کمزور ہونا

سیرتی روایات میں حضرت نعیم بن مسعودؓ کے کردار کا ذکر ملتا ہے، جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اتحادی گروہوں اور بنو قریظہ کے درمیان باہمی بداعتمادی پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق بنو قریظہ نے قریش و غطفان سے ضمانت کے طور پر کچھ افراد کو رہن دینے کا مطالبہ کیا، جبکہ اتحادی لشکر نے اسے قبول نہ کیا۔ اس بداعتمادی نے مشترکہ کارروائی کے امکان کو کمزور کیا[57]۔جدید عسکری زبان میں اسے **Alliance Disruption** اور **Psychological Operations** کے قریب سمجھا جا سکتا ہے۔ بڑے اتحادی لشکر کی قوت صرف تعداد میں نہیں ہوتی؛ اس کے لیے باہمی اعتماد، مشترکہ قیادت اور واضح مقصد بھی ضروری ہوتے ہیں۔ جب یہ عناصر کمزور ہوں تو بڑی فوج بھی فیصلہ کن کارروائی سے محروم رہ سکتی ہے۔

---

[54] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب
[55] القرآن، الأحزاب 33:10
[56] القرآن، الأحزاب 33:13
[57] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر دبیب الفرقۃ بین المشرکین

موسم، ہوا اور اتحادی لشکر کی واپسی

محاصرے کے آخری مرحلے میں شدید ہوا نے دشمن کے خیموں، آگ اور قیام کے نظام کو متاثر کیا۔ قرآن مجید نے فرمایا:فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا[58]ابن ہشام نے بھی سرد اور شدید ہوا کا ذکر کیا ہے جس نے دشمن کے برتن الٹ دیے اور خیمے اکھاڑ دیے[59]۔ موسم نے یہاں ایک اہم عملی کردار ادا کیا۔ طویل محاصرے، رسدی دباؤ، باہمی بداعتمادی اور شدید ہوا نے مل کر اتحادی لشکر کی جنگی صلاحیت کو کمزور کر دیا۔اسلامی تناظر میں فتح کا حتمی انتساب اللہ تعالیٰ کی نصرت کی طرف ہے، لیکن عسکری تجزیہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہ نصرت زمینی اسباب، موسم، نفسیاتی کیفیت اور دشمن کے داخلی انتشار کے ذریعے بھی ظاہر ہوئی۔

اور مدینہ کی حفاظت Defensive Depth

غزوۂ خندق میں مدینہ کا دفاع صرف خندق کے کنارے تک محدود نہ تھا۔ اس کے پیچھے شہری آبادی، باغات، داخلی راستے، خواتین و بچوں کے محفوظ مقامات، قلعہ بند بستیاں اور مختلف قبائلی علاقے موجود تھے۔ اس پورے نظام کو **Defensive Depth**کے تصور سے سمجھا جا سکتا ہے۔**Defensive Depth**سے مراد دفاع کی متعدد تہیں ہیں:

1. بیرونی سطح پر قدرتی رکاوٹیں؛
2. کھلے محاذ پر مصنوعی خندق؛
3. خندق کے پیچھے مسلح نگرانی؛
4. شہر کے اندر حساس مقامات کی حفاظت؛
5. داخلی خطرات کے بارے میں معلومات اور فوری ردِ عمل۔

اس معرکے میں دفاعی تدبیر صرف سامنے موجود دشمن کے خلاف نہ تھی، بلکہ پورے شہری نظام کو محفوظ رکھنے کے لیے تھی۔

جدید عسکری جغرافیہ کے ساتھ تقابلی مطالعہ

غزوۂ خندق کے اہم پہلو جدید عسکری اصطلاحات کے ساتھ یوں سمجھے جا سکتے ہیں:

غزوۂ خندق میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
مشرقی و مغربی حرّات، باغات اور آبادیاں	Natural Obstacles
شمالی کھلے محاذ پر خندق	Artificial Obstacle
دشمن کی نقل و حرکت کو محدود راستوں تک محصور کرنا	Canalization
محفوظ اطراف پر کم قوت اور کھلے محاذ پر مرکوز دفاع	Economy of Force
محدود تعداد کے باوجود خندق سے دفاعی صلاحیت میں اضافہ	Force Multiplier
خندق کے عبوری اور محدود مقامات	Defensive Chokepoint

[58] القرآن، الأحزاب 33:9
[59] ابن ہشام، السیرة النبویة، ج 2، ذکر دبیب الفرقة بین المشرکین

غزوۂ خندق میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
بیرونی رکاوٹ، خندق، نگرانی اور داخلی تحفظ کی تہیں	Defensive Depth
بنو قریظہ سے پیدا ہونے والا داخلی خطرہ	Internal Vulnerability
اتحادی قبائل اور بنو قریظہ کے درمیان بداعتمادی	Alliance Disruption
شدید ہوا، سردی اور رسدی مشکلات	Weather Effects
محاصرے کے دوران اہلِ ایمان کا ثبات	Psychological Resilience
دشمن کے لیے خوراک، چارے اور طویل قیام کا مسئلہ	Siege Logistics

یہ اصطلاحات کلاسیکی مصادر کی اصل زبان نہیں بلکہ جدید توضیحی فریم ورک ہیں۔ ان کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ غزوۂ خندق میں جغرافیہ، دفاع اور قیادت کس طرح باہم مربوط تھے۔

تجزیاتی نتیجہ

غزوۂ خندق نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی میں دفاعی جغرافیہ کے شعوری استعمال کی نمایاں مثال ہے۔ مدینہ کی حرّات، باغات اور آبادیاں قدرتی رکاوٹیں تھیں، جبکہ خندق نے شمالی کھلے محاذ کو محفوظ بنایا۔ اس امتزاج نے دشمن کی عددی برتری کو غیر مؤثر کیا اور مسلمانوں کو محدود وسائل کے باوجود دفاعی استحکام فراہم کیا۔اس معرکے میں محض خندق نہیں بلکہ پورا دفاعی نظام اہم تھا: پیشگی اطلاع، مشاورت، زمینی تجزیہ، خندق کی تعمیر، اجتماعی محنت، رسدی استقامت، داخلی خطرے کی نگرانی، نفسیاتی حوصلہ، دشمن کے اتحاد میں دراڑ اور موسمی حالات یہ سب عوامل مل کر مدینہ کے تحفظ کا سبب بنے۔غزوۂ خندق کا سب سے اہم عسکری سبق یہ ہے کہ ہر جنگ کا جواب کھلے میدان میں براہِ راست تصادم نہیں ہوتا۔ بعض حالات میں دفاعی تدبیر، جغرافیائی شعور، محدود وسائل کا مؤثر استعمال اور دشمن کی نقل و حرکت کو قابو میں رکھنا زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔ یہی حکمتِ عملی مدینہ منورہ کو ایک مضبوط عسکری مرکز اور غزوۂ خندق کو سیرتِ نبوی ﷺ کے دفاعی جغرافیے کا ایک بنیادی مطالعہ بناتی ہے۔

غزوۂ خیبر: قلعہ بند مراکز، مرحلہ وار محاصرہ اور Siege Warfare کا تجزیہ

غزوۂ خیبر سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری واقعات میں اس اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کو کسی کھلے صحرائی میدان میں ایک متحد لشکر کا سامنا نہیں تھا، بلکہ ایک ایسے نخلستانی اور قلعہ بند خطے سے معاملہ درپیش تھا جس کی دفاعی قوت متعدد مضبوط مراکز، زرعی ذخائر، پانی کے وسائل، پتھریلی زمینوں اور منتشر آبادیوں پر قائم تھی۔ بدر میں آبی وسائل اور قافلہ جاتی راستوں کی اہمیت سامنے آئی، اُحد میں بلند مقام اور عقب کے دفاع کا کردار نمایاں ہوا، جبکہ خندق میں قدرتی اور مصنوعی رکاوٹوں کے امتزاج نے مدینہ کے دفاع کو مستحکم کیا۔ خیبر میں عسکری صورتِ حال ان تمام سابقہ تجربات سے مختلف تھی: یہاں کامیابی کے لیے قلعہ جاتی نظام کو سمجھنا، پیش قدمی کو مرحلہ وار منظم کرنا، راستوں اور رسد کی نگرانی کرنا، محاصرے کے دباؤ کو برقرار رکھنا اور مناسب مرحلے پر مصالحتی انتظام قائم کرنا ضروری تھا۔جدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاحات میں خیبر کو **Fortified Oasis System**، اس کے خلاف کارروائی کو **Siege Warfare** اور قلعوں کی تدریجی فتح کو **Sequential Reduction of Fortified Positions** کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے۔ ان اصطلاحات کا مقصد عہدِ نبوی ﷺ پر جدید جنگی زبان مسلط کرنا نہیں، بلکہ اس معرکے میں موجود مکانی، دفاعی اور تزویراتی پیچیدگیوں کو منظم انداز میں واضح کرنا ہے۔

خیبر کا جغرافیائی محلِ وقوع اور تزویراتی اہمیت

خیبر مدینہ منورہ کے شمال میں واقع ایک وسیع نخلستانی خطہ تھا۔ اس کی اہمیت صرف اس لیے نہ تھی کہ وہاں یہودی قبائل آباد تھے، بلکہ اس لیے بھی تھی کہ وہ مدینہ اور شمالی عرب کے درمیان ایک نمایاں زرعی، تجارتی اور دفاعی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس خطے میں کھجوروں کے باغات، قابلِ کاشت زمینیں، پانی کے وسائل، وادیاں اور متعدد قلعہ بند بستیاں موجود تھیں۔ خیبر

کی جغرافیائی ساخت نے اسے ایک عام بستی کے بجائے ایک ایسے علاقائی مرکز میں تبدیل کر دیا تھا جو طویل مزاحمت کی صلاحیت رکھتا تھا۔خیبر کا شمالی محلِ وقوع مدینہ کے لیے خصوصی معنویت رکھتا تھا[60]۔ غزوۂ احزاب کے بعد اسلامی ریاست کے لیے یہ ضروری تھا کہ شمالی سمت میں موجود ایسے مراکز کا جائزہ لیا جائے جو سیاسی، قبائلی یا عسکری سطح پر مدینہ کے خلاف سرگرمیوں کا حصہ بن سکتے تھے۔ بنو نضیر کے بعض جلا وطن افراد خیبر میں سکونت پذیر ہو چکے تھے اور مدینہ مخالف قبائلی روابط میں ان کے کردار کا ذکر کتبِ سیرت میں ملتا ہے[61]۔اس اعتبار سے خیبر کی مہم کو محض ایک مقامی جنگ کہنا کافی نہیں۔ یہ مدینہ کی شمالی سمت میں **Strategic Security**، علاقائی استحکام اور ممکنہ مخالف مراکز کے اثر کو محدود کرنے کی کوشش بھی تھی۔

خیبر: ایک شہر نہیں بلکہ قلعہ جاتی نظام

خیبر کا عسکری تجزیہ کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ کسی ایک فصیل میں محصور شہر کا نام نہ تھا۔ یہ متعدد قلعوں، نخلستانوں، زرعی زمینوں اور وادیوں پر مشتمل ایک وسیع خطہ تھا۔ قلعے الگ الگ دفاعی مراکز کی صورت رکھتے تھے اور بعض اوقات ایک قلعے کے سقوط کے بعد مزاحمت دوسرے قلعے میں منتقل ہو جاتی تھی۔قلعوں کے نام، تعداد اور گروہ بندی کے بارے میں کلاسیکی اور جدید مصادر میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لیے تحقیقی تحریر میں کسی ایک فہرست کو غیر مشروط طور پر حتمی قرار دینا مناسب نہیں۔ ایک معروف ترتیب کے مطابق خیبر کے قلعے تین بڑے علاقوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں:

1. **منطقۂ نَطاۃ**: حصنِ ناعم، حصنِ صعب بن معاذ اور قلعۂ زبیر؛
2. **منطقۂ شِقّ**: حصنِ أُبَیّ اور حصنِ نزار؛
3. **منطقۂ کتیبہ**: حصنِ قموص، حصنِ وطیح اور حصنِ سُلالم۔

بعض مصادر میں قلعوں کی فہرست یا ترتیب قدرے مختلف انداز میں سامنے آتی ہے، لیکن بنیادی حقیقت یہ ہے کہ خیبر ایک **Multi-Fort Defensive Network** تھا، نہ کہ صرف ایک مرکزی قلعہ[62]۔یہ نکتہ عسکری لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ کسی ایک قلعے کی فتح پورے خطے کے سقوط کے مترادف نہیں تھی۔ ہر قلعہ مقامی ذخائر، جنگجو افراد، داخلی راستوں اور دفاعی بلندیوں کے ساتھ ایک جداگانہ مزاحمتی مرکز بن سکتا تھا۔

Restricted Terrain آتش فشانی زمین، نخلستان اور

خیبر کا جغرافیہ مدینہ کے بعض اطراف کی طرح آتش فشانی پتھریلی زمینوں، نخلستانوں اور غیر ہموار راستوں پر مشتمل تھا۔ ایسی زمین بڑی فوجی نقل و حرکت کو محدود کرتی ہے۔ کھلے میدان کے برعکس، جہاں گھڑ سوار دستے وسیع پیمانے پر حرکت کر سکتے ہیں، نخلستانی اور قلعہ بند خطے میں پیش قدمی نسبتاً محتاط، تدریجی اور راستہ شناسائی پر منحصر ہوتی ہے۔جدید عسکری زبان میں ایسی زمین کو **Restricted Terrain** کہا جا سکتا ہے۔ Restricted Terrain سے مراد ایسا علاقہ ہے جہاں زمینی ساخت، باغات، چٹانیں، وادیاں یا تعمیرات فوجی نقل و حرکت کو محدود کر دیں۔ خیبر میں یہی صورت موجود تھی۔ قلعے الگ الگ مراکز تھے، ان کے درمیان فاصلے تھے اور ہر مرکز کے اطراف زرعی یا پتھریلی زمین دفاعی فائدہ فراہم کر سکتی تھی۔یہ صورتِ حال حملہ آور فوج کے لیے کئی سوالات پیدا کرتی ہے:

- کس قلعے کو پہلے ہدف بنایا جائے؟
- کس راستے سے پیش قدمی کی جائے؟
- رسد اور پانی کا انتظام کیسے برقرار رکھا جائے؟

---

60 محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 2، غزوۃ خیبر
61 عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 2، ذکر غزوۃ خیبر
62 الواقدی، کتاب المغازی، ج 2، غزوۃ خیبر؛ ابن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج 2، ذکر غزوۃ خیبر

- فتح شدہ قلعے کو محفوظ کیے بغیر اگلے مرکز کی جانب بڑھنا کس حد تک مناسب ہوگا؟
- کیا دشمن ایک قلعے سے دوسرے قلعے میں منتقل ہو کر مزاحمت جاری رکھ سکتا ہے؟

غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کی پیش قدمی کا مرحلہ وار ہونا انہی سوالات کا عملی جواب تھا۔

Sequential Reductionمرحلہ وار پیش قدمی

کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ عموماً ایک مرکزی تصادم سے وابستہ ہوتی ہے، لیکن قلعہ جاتی نظام کے خلاف کارروائی میں ایک ہی حملہ کافی نہیں ہوتا۔ ہر دفاعی مرکز کو الگ طور پر محدود، دباؤ میں لایا اور غیر مؤثر کیا جاتا ہے۔ خیبر کے معرکے میں یہی صورت نمایاں ہے۔مسلمانوں نے قلعوں کے خلاف تدریجی پیش قدمی کی۔ ایک مرکز کی مزاحمت کمزور ہونے یا اس کے سقوط کے بعد اگلے مرکز کی جانب توجہ منتقل ہوئی۔ اس حکمتِ عملی کو جدید عسکری اصطلاح میں **Sequential Reduction of Fortified Positions**کہا جا سکتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام قلعوں پر بیک وقت منتشر حملہ کرنے کے بجائے دفاعی مراکز کو ترتیب کے ساتھ غیر مؤثر کیا جائے۔

اس طریقے کے چند فوائد تھے:

1. فوجی قوت غیر ضروری طور پر منتشر نہیں ہوتی؛
2. فتح شدہ قلعہ رسد، قیام یا نگرانی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے؛
3. دشمن کی نفسیاتی قوت بتدریج کمزور ہوتی ہے؛
4. ایک قلعے سے دوسرے قلعے تک منتقل ہونے والے جنگجوؤں کی سرگرمی محدود کی جا سکتی ہے؛
5. مذاکرات اور مصالحت کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔

جدید عسکری جغرافیہ میں اسے **Economy of Force** اور**Concentration of Effort**کے اصولوں کے ساتھ بھی سمجھا جا سکتا ہے: دستیاب قوت کو ایک وقت میں متعین ہدف پر مرکوز رکھنا، پھر اگلے ہدف کی جانب بڑھنا۔

محاصرہ: صرف دیواروں پر حملہ نہیں

Siege Warfareکا مفہوم محض یہ نہیں کہ کسی قلعے کی دیوار توڑ دی جائے۔ محاصرہ ایک جامع عسکری عمل ہے جس میں:

- قلعے کے خارجی روابط محدود کیے جاتے ہیں؛
- رسد اور کمک کے راستوں پر نظر رکھی جاتی ہے؛
- مدافعین پر نفسیاتی دباؤ بڑھایا جاتا ہے؛
- حملہ آور فوج اپنی رسدی بقا برقرار رکھتی ہے؛
- اور مناسب موقع پر حملہ، مذاکرات یا مصالحت کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔

خیبر کے قلعوں کے تناظر میں یہ تمام عوامل اہم تھے۔ قلعے مضبوط تھے، ان میں ذخائر موجود تھے اور مدافعین اپنے مقامی جغرافیے سے واقف تھے۔ مسلمانوں کو فوری اور غیر منظم یلغار کے بجائے صبر، نظم اور مرحلہ وار حکمتِ عملی اختیار کرنا پڑی۔یہاں ایک اہم علمی نکتہ یہ ہے کہ جدید محاصرے کی اصطلاحات، مثلاً **Isolation**، **Breach**، **Assault**، **Sustainment** اور**Negotiated Surrender**، توضیح کے لیے مفید ہیں، لیکن ان کا اطلاق احتیاط سے ہونا چاہیے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے وسائل، اسلحہ اور جنگی ماحول جدید افواج سے مختلف تھے۔ اس کے باوجود دفاعی مرکز کو الگ کرنا، راستوں کو

محدود کرنا، دباؤ برقرار رکھنا اور تدریجی طور پر مزاحمت کمزور کرنا خیبر کے واقعات کو سمجھنے کے لیے موزوں تجزیاتی زاویے ہیں۔

قلعۂ قموص اور روایتی تعیین میں احتیاط

خیبر کے قلعوں میں قموص کو نمایاں حیثیت حاصل تھی اور اسے بنو ابی الحقیق سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض تاریخی روایات حضرت علیؓ کی قیادت میں حاصل ہونے والی فتح کو قموص یا دیگر قلعوں کے ساتھ مربوط کرتی ہیں۔ تاہم مختلف روایات میں جزئیات اور تعیینات یکساں نہیں۔ اس لیے علمی تحریر میں زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو عَلَم عطا کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح عطا ہونے کی صحیح حدیثی روایت کو قطعی بنیاد بنایا جائے، جبکہ مخصوص قلعے کی تعیین کو تاریخی روایات کے دائرے میں رکھا جائے۔

یہ امتیاز ضروری ہے کیونکہ سیرت نگاری میں صحیح حدیث،تاریخی روایت،بعد کی تفصیلی تعبیر،اور مقامی جغرافیائی حافظےکو ایک ہی درجے میں رکھنا مناسب نہیں۔

رسد، خوراک اور زرعی وسائل

خیبر کی معیشت زرعی وسائل، بالخصوص کھجوروں کے باغات، پر قائم تھی۔ قلعہ بند بستیوں کے اندر یا ان کے اطراف خوراک اور زرعی پیداوار کی موجودگی نے ان مراکز کو طویل مزاحمت کی صلاحیت دی۔ محاصرے کے دوران دونوں فریقوں کے لیے رسد بنیادی اہمیت رکھتی تھی۔

حملہ آور لشکر کو:

- پانی،
- خوراک،
- جانوروں کے چارے،
- قیام،
- زخمیوں کی نگہداشت،
- اور فتح شدہ مقامات کی حفاظت

کا انتظام کرنا تھا۔

مدافعین کے لیے قلعہ جاتی ذخائر مزاحمت کو طول دے سکتے تھے، لیکن جب قلعے ایک ایک کرکے کمزور ہونے لگے تو پورے دفاعی نظام کی اجتماعی قوت متاثر ہوئی۔ جدید عسکری اصطلاح میں اسے **Logistics Degradation** کہا جا سکتا ہے؛ یعنی دفاعی مراکز کے سقوط کے ساتھ رسد، حوصلے اور نقل و حرکت کی صلاحیت کا بتدریج کم ہونا۔

نفسیاتی دباؤ اور قلعہ جاتی نظام کا انہدام

قلعے صرف پتھر کی دیواریں نہیں ہوتے؛ وہ مدافعین کے اعتماد، سیاسی وقار اور اجتماعی نفسیات کی علامت بھی ہوتے ہیں۔ جب ایک مضبوط قلعہ سقوط کا شکار ہوتا ہے تو اس کے اثرات صرف مقامی سطح پر محدود نہیں رہتے، بلکہ دوسرے قلعوں کے حوصلے اور مذاکراتی رویے پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔خیبر کے مرحلہ وار سقوط نے یہی اثر پیدا کیا۔ ایک مرکز کے بعد دوسرے مرکز کی کمزوری نے مزاحمت کی مجموعی قوت کو متاثر کیا۔ اس صورت کو **Psychological Attrition** کہا جا سکتا ہے، یعنی مسلسل دباؤ کے نتیجے میں مدافعین کی نفسیاتی قوت کا بتدریج زوال۔

مصالحت اور نصف پیداوار کا انتظام

فتحِ خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے باشندوں کو زرعی زمینوں پر کام جاری رکھنے کی اجازت دی اور پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کے لیے مقرر فرمایا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اہلِ خیبر نے درخواست کی کہ انہیں زمین پر برقرار رکھا جائے تاکہ وہ کاشت کاری کریں اور پیداوار کا نصف حصہ دیا کریں؛ رسول اللہ ﷺ نے اس شرط پر انہیں برقرار رہنے کی اجازت دی کہ یہ انتظام مسلمانوں کی صواب دید تک قائم رہے گا[63]۔یہ انتظام خیبر کے عسکری اور اقتصادی تجزیے میں نہایت اہم ہے۔ فتح کے بعد پورے زرعی نظام کو تباہ کر دینا یا تمام مقامی مہارت کو ختم کر دینا اسلامی ریاست کے مفاد میں نہ تھا۔ اس کے بجائے:

- زمین آباد رہی؛
- پیداوار جاری رہی؛
- مقامی زرعی مہارت محفوظ رہی؛
- اسلامی ریاست کو معاشی استحکام حاصل ہوا؛
- اور فتح کے بعد انتظامی انتقال نسبتاً منظم صورت میں ہوا۔

جدید اصطلاح میں اسے **Post-Conflict Stabilization** اور **Economic Continuity** کے زاویے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ عسکری کامیابی اس وقت زیادہ پائیدار ہوتی ہے جب اس کے بعد انتظام، پیداوار اور معاشرتی نظم کو بھی برقرار رکھا جائے۔

شمالی محاذ کا استحکام

خیبر کی فتح نے مدینہ کی شمالی سمت میں ایک اہم دفاعی اور سیاسی تبدیلی پیدا کی۔ اس سے نہ صرف ایک مضبوط قلعہ بند مرکز کا اثر محدود ہوا بلکہ مدینہ اور شمالی عرب کے درمیان نقل و حرکت، سیاسی روابط اور علاقائی توازن پر بھی اثر پڑا۔ اس اعتبار سے غزوۂ خیبر صرف Siege Warfare کی مثال نہیں، بلکہ **Regional Security Consolidation** کا مرحلہ بھی تھا۔یہاں یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ خیبر کی فتح نے مدینہ کے لیے شمالی سمت میں دفاعی دباؤ کم کیا اور اسلامی ریاست کے معاشی وسائل کو تقویت دی۔ اسے بلا تحقیق محض "اقتصادی فتح" کہنا مناسب نہیں، کیونکہ معرکے کے سیاسی، دفاعی، دعوتی اور انتظامی پہلو بھی یکساں اہم تھے۔

جدید عسکری جغرافیہ کے ساتھ تقابلی مطالعہ

غزوۂ خیبر میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
متعدد قلعے، نخلستان، باغات اور آبی وسائل	Fortified Oasis System
پتھریلی زمین، وادیاں اور محدود راستے	Restricted Terrain
نطاۃ، شِقّ اور کتیبہ کے قلعہ جاتی مجموعے	Multi-Fort Defensive Network
قلعوں کے خلاف مرحلہ وار پیش قدمی	Sequential Reduction
ایک وقت میں متعین دفاعی مرکز پر توجہ	Concentration of Effort
محاصرہ، دباؤ، راستوں کی نگرانی اور مذاکرات	Siege Warfare

---

[63] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المزارعۃ، حدیث 2338

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s8), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

غزوۂ خیبر میں عملی مظہر	جدید عسکری اصطلاح
دفاعی مراکز کے سقوط سے رسد اور حوصلے کا کمزور ہونا	Logistics Degradation
قلعوں کی تدریجی فتح سے مزاحمت پر نفسیاتی اثر	Psychological Attrition
جنگ سے قبل دعوت اور ہدایت کو ترجیح دینا	Ethical Restraint
اہلِ خیبر کے ساتھ نصف پیداوار کا معاہدہ	Negotiated Settlement
زرعی پیداوار اور انتظامی تسلسل کا برقرار رہنا	Post-Conflict Stabilization
مدینہ کے شمالی محاذ کا استحکام	Regional Security Consolidation

نتیجہ

غزوۂ خیبر کا جیو-اسٹریٹجک مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہ کسی ایک قلعے پر اچانک یلغار کا واقعہ نہ تھا، بلکہ ایک پیچیدہ قلعہ جاتی خطے کے خلاف منظم، مرحلہ وار اور صبر آزما مہم تھی۔ خیبر کی قدرتی ساخت، نخلستان، زرعی وسائل، پتھریلی زمین اور متعدد قلعے مدافعین کو تحفظ فراہم کرتے تھے، لیکن مسلمانوں نے اپنی قوت کو منتشر کرنے کے بجائے تدریجی پیش قدمی، قیادت کے نظم، رسدی استقامت اور اخلاقی حدود کے ساتھ استعمال کیا۔اس مہم کی اہمیت فتح تک محدود نہیں۔ بعد از فتح نصف پیداوار کے انتظام نے یہ ظاہر کیا کہ نبوی ﷺ حکمتِ عملی میں جنگ کے بعد معاشی اور سماجی استحکام بھی بنیادی اہمیت رکھتا تھا۔ خیبر نے مدینہ کی شمالی سمت میں دفاعی دباؤ کم کیا، اسلامی ریاست کے معاشی وسائل مضبوط کیے اور یہ ثابت کیا کہ نبوی ﷺ عسکری قیادت میں میدان، قلعہ، رسد، دعوت، مصالحت اور انتظام ایک دوسرے سے مربوط عناصر تھے۔غزوۂ خیبر اس اعتبار سے سیرتِ نبوی ﷺ میں Siege Warfare کا ایک نہایت اہم مطالعہ ہے: یہاں عسکری قوت کو تدریج، حکمت، اخلاق اور پائیدار انتظام کے ساتھ استعمال کیا گیا۔

تقابلی تجزیہ: غزواتِ نبوی ﷺ اور جدید عسکری جغرافیہ کے اصول

غزواتِ نبوی ﷺ کے مقامات کا تقابلی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی کسی جامد اور یکساں جنگی طریقے پر مبنی نہ تھی۔ بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں زمین، راستے، پانی، پہاڑ، حرّات، نخلستان، قلعے اور موسمی حالات مختلف نوعیت رکھتے تھے؛ چنانچہ ہر معرکے میں تدبیر بھی مقام کی نوعیت اور دشمن کی جنگی صلاحیت کے مطابق تبدیل ہوئی۔ اس اعتبار سے سیرتِ نبوی ﷺ کا عسکری مطالعہ محض واقعاتی تاریخ نہیں بلکہ **Applied Military Geography** کا ایک اہم تاریخی میدان ہے۔جدید عسکری جغرافیہ میں کسی بھی خطے کا جائزہ لیتے ہوئے یہ دیکھا جاتا ہے کہ زمین فوجی حرکت، نگرانی، دفاع، حملے، رسد اور قیام پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ امریکی عسکری رہنما متون میں Terrain Analysis کے پانچ بنیادی پہلو بیان کیے گئے ہیں: مشاہدے اور فائرنگ کی وسعت، پیش قدمی کے راستے، کلیدی مقامات، قدرتی و مصنوعی رکاوٹیں، نیز پردہ اور تحفظ[64]۔ غزواتِ نبوی ﷺ میں یہ تمام پہلو مختلف تاریخی صورتوں میں سامنے آتے ہیں، اگرچہ ان کے لیے عہدِ نبوی میں جدید عسکری اصطلاحات استعمال نہیں کی جاتی تھیں۔

مقام کے انتخاب میں حالات کے مطابق تنوع

غزواتِ نبوی ﷺ کے تقابلی مطالعے سے سب سے پہلا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ ہر مقام کی نوعیت الگ تھی اور اسی کے مطابق عسکری منصوبہ بندی بھی مختلف رہی۔

- **بدر** ایک وادی، کنوؤں اور قافلہ جاتی راستوں سے متعلق مقام تھا؛

[64] U.S. Department of the Army, FM 34-130: Intelligence Preparation of the Battlefield ،Washington, DC, 1994 ؛ATP 3-21.8: Infantry Platoon and Squad

- **اُحد** پہاڑی دامن اور ایک کلیدی بلند مقام سے وابستہ میدان تھا؛
- **خندق** شہری دفاع، حرّات اور مصنوعی رکاوٹ کے امتزاج کی مثال تھی؛
- **خیبر** نخلستانی خطے میں منتشر قلعہ بند مراکز کے خلاف مرحلہ وار محاصرے کا معرکہ تھا۔

یہ تنوع ظاہر کرتا ہے کہ نبوی ﷺ حکمتِ عملی کسی ایک عسکری سانچے کی پابند نہ تھی۔ کھلے میدان کے لیے صف بندی، صحرائی ماحول کے لیے پانی، پہاڑی میدان کے لیے بلند مقام، شہری دفاع کے لیے خندق اور قلعہ جاتی خطے کے لیے مرحلہ وار محاصرہ اختیار کیا گیا۔جدید عسکری نظریے میں اس اصول کو **Mission-Terrain Adaptation** کہا جا سکتا ہے؛ یعنی کارروائی کے مقصد اور زمین کی ساخت کے مطابق منصوبہ بندی کو تبدیل کرنا۔

بدر: پانی، راستہ اور عملی بقا

غزوۂ بدر میں سب سے اہم عسکری عامل پانی اور قافلہ جاتی راستہ تھا۔ قرآن مجید نے میدانِ بدر کا جغرافیائی نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا:إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ"[65] اس آیت میں مسلمانوں، قریشی لشکر اور تجارتی قافلے کی باہمی مکانی ترتیب واضح کی گئی ہے۔ بدر کے کنوئیں صحرائی ماحول میں محض سہولت نہ تھے بلکہ **Water Logistics** کا بنیادی وسیلہ تھے۔ کتبِ سیرت میں حضرت حباب بن المنذرؓ سے منسوب مقامِ قیام کے مشورے کی روایت اسی تناظر میں قابلِ فہم ہے[66]۔

بدر کا بنیادی عسکری سبق یہ ہے کہ صحرائی جنگ میں پانی، پڑاؤ، راستے اور زمین کی کیفیت عددی قوت کے ساتھ فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ بارش کے نتیجے میں قدموں کے ثبات کا قرآنی ذکر بھی Terrain اور Weather کے باہمی تعلق کو واضح کرتا ہے:وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً ... وَلِيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ[67]"

اُحد: بلند مقام اور عقب کی حفاظت

غزوۂ اُحد کا عسکری محور پانی یا قلعہ نہیں بلکہ **Key Terrain** تھا۔ جبلِ اُحد کو لشکر کی پشت بنانا اور جبلِ عینین، معروف بہ جبلِ رماۃ، پر تیر اندازوں کو مقرر کرنا اس بات کا مظہر تھا کہ میدان کی بلندیوں اور ممکنہ حملہ آور راستوں کو پیشِ نظر رکھا گیا۔صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازبؓ سے منقول روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں تیر اندازوں کو مقرر فرمایا اور فتح یا شکست دونوں حالتوں میں مقام نہ چھوڑنے کی ہدایت کی[68]۔

جبلِ رماۃ کی اہمیت تین جہتوں سے تھی:

1. وہاں سے دشمن کی حرکت دیکھی جا سکتی تھی؛
2. گھڑ سوار دستے پر تیر اندازی ممکن تھی؛
3. لشکرِ اسلام کے عقب اور پہلو کی حفاظت برقرار رہتی تھی۔

جب تیر اندازوں کی ایک تعداد نے یہ مقام ترک کیا تو دفاعی خلا پیدا ہوا اور قریشی گھڑ سوار دستے نے عقب کی جانب سے حملہ کیا۔ اُحد کا سبق یہ ہے کہ کسی محدود مگر کلیدی مقام کی اہمیت پورے میدانِ جنگ کے توازن سے وابستہ ہو سکتی ہے۔ جدید اصطلاح میں یہ واقعہ **Rear Security**، **Flank Protection**، **Observation** اور **Exploitation of a Gap** کی تاریخی مثال ہے۔

---

[65] القرآن، الأنفال 8:42
[66] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی، قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955، ج 1، ذکر غزوۃ بدر؛ محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونز، بیروت: عالم الکتب، 1984، ج 1، غزوۃ بدر
[67] القرآن، الأنفال 8:11
[68] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد، حدیث 4043

خندق: قدرتی جغرافیہ اور مصنوعی دفاع کا امتزاج

غزوۂ خندق میں عسکری مسئلہ کھلے میدان میں مقابلہ کرنا نہیں بلکہ ایک بڑے اتحادی لشکر سے مدینہ کو محفوظ رکھنا تھا۔ مدینہ کے مشرق اور مغرب میں حرّات، بعض اطراف باغات اور آبادیاں، جبکہ شمالی جانب نسبتاً کھلا محاذ موجود تھا۔[69] خندق کی کھدائی نے شہر کے قدرتی دفاعی نظام میں موجود خلا کو پُر کیا۔ یہ پورے مدینہ کے گرد بلا امتیاز کھودی گئی دیوار نہ تھی، بلکہ ان مقامات پر مصنوعی رکاوٹ تھی جہاں دشمن کی پیش قدمی ممکن تھی۔ اس طرح غزوۂ خندق میں:

- حرّات نے **Natural Obstacles** کا کردار ادا کیا؛
- خندق **Artificial Obstacle** بنی؛
- دشمن کے گھڑ سوار محدود ہوئے؛
- مسلمانوں کی کم تعداد کے باوجود دفاعی صلاحیت بڑھی؛
- اور بڑے اتحادی لشکر کو طویل محاصرے پر مجبور ہونا پڑا۔

جدید عسکری اصطلاح میں اسے **Obstacle Integration**، **Canalization**، **Economy of Force** اور **Force Multiplier** کہا جا سکتا ہے۔ خندق نے دشمن کی نقل و حرکت کو مخصوص راستوں تک محدود کیا اور مدافعین کو اپنی محدود قوت مؤثر مقامات پر مرکوز کرنے کا موقع دیا۔غزوۂ خندق یہ سبق دیتا ہے کہ بعض حالات میں عسکری کامیابی براہِ راست حملے کے بجائے دشمن کی حرکت روکنے، وقت کو اپنے حق میں استعمال کرنے اور رسدی دباؤ بڑھانے سے حاصل ہوتی ہے۔

خیبر: قلعہ جاتی نظام اور مرحلہ وار محاصرہ

غزوۂ خیبر سابقہ معرکوں سے مختلف نوعیت رکھتا تھا۔ یہاں دشمن ایک کھلے میدان میں مجتمع نہ تھا بلکہ متعدد قلعوں، باغات، پانی کے وسائل اور زرعی ذخائر پر مشتمل نظام میں محفوظ تھا۔ خیبر کسی ایک فصیل بند شہر کا نام نہیں بلکہ ایک **Multi-Fort Defensive Network** تھا۔کلاسیکی مصادر میں قلعوں کے نام، تعداد اور گروہ بندی کی جزئیات میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن یہ امر واضح ہے کہ مسلمانوں کو ایک قلعے کے بعد دوسرے قلعے کی جانب مرحلہ وار پیش قدمی کرنا پڑی[70]۔

خیبر کا تقابلی مطالعہ درج ذیل اصول نمایاں کرتا ہے:

- قلعہ بند نظام کے خلاف قوت کو منتشر نہیں کیا گیا؛
- دفاعی مراکز کو تدریجی طور پر غیر مؤثر کیا گیا؛
- محاصرے، رسد اور نفسیاتی دباؤ کو یکجا کیا گیا؛
- اور فتح کے بعد زرعی پیداوار کے تسلسل کو برقرار رکھا گیا۔

صحیح بخاری میں اہلِ خیبر کے ساتھ نصف پیداوار کے انتظام کا ذکر موجود ہے[71]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری فتح کے بعد **Post-Conflict Stabilization** اور **Economic Continuity** کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

---

[69] نور الدین علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998، ج 1، باب في حِرار المدینۃ
[70] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ذکر غزوۃ خیبر؛ الواقدی، کتاب المغازی، ج 2، غزوۃ خیبر؛ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج 2، ذکر غزوۃ خیبر
[71] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المزارعۃ، حدیث 2338

رسد: تمام معرکوں کا مشترک عنصر

بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں ظاہری فرق کے باوجود رسد ایک مشترک عنصر کے طور پر موجود رہی۔ رسد سے مراد صرف خوراک نہیں بلکہ پانی، چارہ، سواری، قیام، زخمیوں کی نگہداشت، راستوں کی حفاظت اور طویل کارروائی کے لیے ضروری وسائل ہیں۔

- بدر میں پانی مرکزی وسیلہ تھا؛
- اُحد میں مدینہ سے قربت نے دفاعی اور رسدی سہولت فراہم کی؛
- خندق میں طویل محاصرے نے حملہ آور لشکر پر خوراک اور چارے کا دباؤ بڑھایا؛
- خیبر میں زرعی ذخائر اور قلعہ جاتی نظام نے محاصرے کو طول دینے کی صلاحیت پیدا کی۔

جدید عسکری نظریے میں Sustainment کو جنگی قوت کی بقا، عملی رسائی اور کارروائی کے تسلسل کے لیے بنیادی سمجھا جاتا ہے۔ نبوی ﷺ سیرت کے عسکری واقعات یہ واضح کرتے ہیں کہ رسد کو نظر انداز کرکے صرف شجاعت یا عددی قوت کے ذریعے کامیابی کا تجزیہ مکمل نہیں ہو سکتا۔

دفاعی اور اقدامی حکمتِ عملی میں توازن

ان غزوات کا تقابلی جائزہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ نبوی ﷺ حکمتِ عملی صرف دفاعی یا صرف اقدامی نہ تھی۔ ہر معرکے میں مطلوبہ مقصد کے مطابق طریقِ کار اختیار کیا گیا:

- بدر میں حالات کے مطابق میدان میں مقابلہ؛
- اُحد میں مدینہ سے پہلے دفاعی پوزیشن؛
- خندق میں شہر کے گرد دفاعی محاذ بندی؛
- خیبر میں شمالی قلعہ جاتی مرکز کے خلاف منظم پیش قدمی۔

اس تنوع سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری حکمتِ عملی کو جامد نظریے کے بجائے حالات سے ہم آہنگ تدبیر کے طور پر سمجھنا چاہیے۔

معلومات، مشاورت اور فیصلہ سازی

غزواتِ نبوی ﷺ کے جغرافیائی مطالعے میں مشاورت اور معلومات کی اہمیت بھی نمایاں ہے۔

- بدر میں مقامِ قیام سے متعلق معروف سیرتی روایت مشاورت کی اہمیت واضح کرتی ہے؛
- اُحد میں تیر اندازوں کو واضح عملی ہدایات دی گئیں؛
- خندق میں دفاعی تدبیر معروف روایت کے مطابق مشاورت کے بعد اختیار کی گئی؛
- خیبر میں قلعوں کے خلاف کارروائی مرحلہ وار منظم ہوئی۔

یہاں عسکری قیادت کا ایک اہم وصف سامنے آتا ہے: درست فیصلہ صرف ذاتی جرأت سے نہیں بلکہ زمینی حقائق، دستیاب معلومات، مشاورت اور عملی امکانات کے ادراک سے پیدا ہوتا ہے۔

اخلاقی حدود اور عسکری حکمت

نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی کا تقابلی مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اخلاقی پہلو شامل نہ کیا جائے۔ جدید عسکری جغرافیہ Terrain، Route، Obstacle اور Logistics کا مطالعہ فراہم کرتا ہے، لیکن سیرتِ نبوی ﷺ ان عناصر کے ساتھ اخلاقی ذمہ داری، دعوت اور عدل کو بھی مربوط کرتی ہےخیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کو عَلَم عطا کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے پہلے دعوت دینے اور لوگوں کو اللہ کے حقوق سے آگاہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ کسی ایک شخص کا ہدایت یافتہ ہونا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے[72]۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عسکری حکمتِ عملی میں جغرافیائی بصیرت اور عملی تدبیر اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن جنگ بذاتِ خود غایت نہیں۔ اصل مقصد ظلم کا سدِ باب، ریاست کا تحفظ، معاہدات کی پاسداری اور دعوت کے لیے محفوظ ماحول کا قیام ہے۔

جدید عسکری جغرافیہ سے تقابل کی حدود

اس تحقیق میں جدید اصطلاحات کو توضیحی آلے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ دعویٰ کرنا نہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں جدید فوجی نظریات اپنی موجودہ تدوین شدہ شکل میں موجود تھے۔ تاریخی تقابل میں چند حدود ملحوظ رکھنا ضروری ہیں:

1. عہدِ نبوی ﷺ کی جنگیں محدود افرادی قوت اور نسبتاً سادہ اسلحے کے ساتھ لڑی گئیں؛
2. جدید افواج کے پاس فضائی نگرانی، ڈیجیٹل مواصلات اور مشینی نقل و حرکت موجود ہے؛
3. کلاسیکی مصادر کی تفصیلات اور جدید عسکری اصطلاحات دو مختلف علمی زبانوں سے تعلق رکھتی ہیں؛
4. جدید اصطلاحات کا استعمال تشریح کے لیے مفید ہے، مگر تاریخی روایت کا متبادل نہیں۔

اس احتیاط کے ساتھ کیا جانے والا تقابل سیرت کے واقعات کو زیادہ واضح بناتا ہے اور انہیں غیر تاریخی مبالغے سے محفوظ رکھتا ہے۔

نتیجہ

بدر، اُحد، خندق اور خیبر کے تقابلی مطالعے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی میں جغرافیہ ایک بنیادی اور فعال عنصر تھا۔ زمین محض جنگ کا خاموش پس منظر نہیں تھی؛ وہ فیصلہ سازی، دفاع، حملے، رسد، حوصلے اور نتائج پر اثر انداز ہونے والا عامل تھیبدر میں پانی اور وادی، اُحد میں بلند مقام، خندق میں حرّات اور مصنوعی رکاوٹ، جبکہ خیبر میں قلعہ بند نخلستانی نظام بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ ہر معرکے میں مقام کی نوعیت کے مطابق مختلف تدبیر اختیار کی گئی۔ یہی تنوع نبوی ﷺ قیادت کی بصیرت، حقیقت پسندی اور حالات سے ہم آہنگ منصوبہ بندی کو نمایاں کرتا ہےجدید عسکری جغرافیہ کی زبان میں دیکھا جائے تو غزواتِ نبوی ﷺ میں Terrain Analysis، Water Logistics، Route Security، Key Terrain، Defensive Depth، Economy of Force، Siege Warfare اور Post-Conflict Stabilization جیسے اصولوں کے تاریخی مظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم سیرتِ نبوی ﷺ کا امتیاز یہ ہے کہ ان عملی تدابیر کو اخلاق، عدل، دعوت اور توکل سے جدا نہیں کیا گیایہی جامعیت نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی کو محض جنگی تاریخ نہیں رہنے دیتی، بلکہ اسے قیادت، جغرافیہ، اخلاق اور ریاستی تحفظ کے ایک مربوط مطالعے میں تبدیل کر دیتی ہے۔

نتائجِ تحقیق

غزوات کے مقامات کا جیو-اسٹریٹجک اور عسکری مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کے جنگی واقعات کو محض معرکوں کی زمانی ترتیب، لشکروں کی تعداد یا ظاہری نتائج تک محدود کرکے نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہر غزوہ ایک مخصوص جغرافیائی، سماجی اور سیاسی ماحول میں وقوع پذیر ہوا، اور اس ماحول کی طبعی ساخت، راستے، وادیاں، پہاڑ، پانی کے ذخائر، قلعہ بند بستیاں، قبائلی حدود اور رسدی امکانات عسکری منصوبہ بندی پر اثر انداز ہوئے۔ زیرِ نظر تحقیق سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

---

[72] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث 4210

نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی میں جغرافیہ ایک فعال عنصر تھا

تحقیق کا بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ غزوات و سرایا کے مقامات محض تاریخی پس منظر نہیں تھے بلکہ عملی فیصلہ سازی کا حصہ تھے۔ بدر میں کنوؤں اور وادی کی ساخت، اُحد میں پہاڑی دامن اور جبلِ رماۃ، خندق میں مدینہ کی حرّات اور شمالی کھلا محاذ، جبکہ خیبر میں قلعہ بند نخلستانی مراکز اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ زمین کی نوعیت کو پیشِ نظر رکھ کر حکمتِ عملی مرتب کی گئی۔اس بنا پر سیرتِ نبوی ﷺ میں عسکری جغرافیہ کو ثانوی موضوع نہیں بلکہ ایک باقاعدہ تفہیمی منہج کے طور پر اختیار کیا جانا چاہیے۔

مدینہ منورہ محض دارالحکومت نہیں بلکہ ایک قدرتی عسکری مرکز تھا

مدینہ منورہ کی سیاسی اور روحانی مرکزیت کے ساتھ اس کی دفاعی جغرافیہ بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔ مشرق میں حرّہ واقم، مغرب میں حرّہ وبرہ، شمال میں جبلِ اُحد، جنوب میں جبلِ عیر، نیز شہر کے اطراف نخلستان، باغات، وادیاں اور محدود داخلی راستے مدینہ کو ایک قدرتی دفاعی حصار فراہم کرتے تھے۔غزوۂ خندق میں یہی جغرافیائی حقیقت نمایاں طور پر سامنے آئی۔ پورے شہر کے گرد بلا امتیاز خندق کھودنے کے بجائے صرف نسبتاً کھلے شمالی محاذ کو مصنوعی رکاوٹ کے ذریعے محفوظ بنایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی منصوبہ بندی شہر کی طبعی ساخت کے شعوری مطالعے پر مبنی تھی۔

غزوۂ بدر میں پانی اور قافلہ جاتی راستے بنیادی عسکری عوامل تھے

غزوۂ بدر کا میدان صحرائی جنگ میں آبی وسائل کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ بدر کے کنوئیں محض قیام کی سہولت نہ تھے بلکہ لشکری بقا، سواریوں، خوراک، حوصلے اور میدان میں استحکام کے بنیادی وسائل تھے۔ قرآن مجید نے میدان کی مکانی ترتیب کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں، قریش اور تجارتی قافلے کی مختلف سمتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدر کی تفہیم میں وادی، کنوئیں، قافلہ جاتی راستہ اور لشکری پوزیشن ایک دوسرے سے جدا نہیں کیے جا سکتےجدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاح میں بدر Water Logistics ، Route Security اور Strategic Positioning کی ایک اہم تاریخی مثال ہے۔

غزوۂ اُحد نے بلند مقامات اور عقب کے دفاع کی اہمیت واضح کی

غزوۂ اُحد میں جبلِ اُحد کو لشکر کی پشت بنانا اور جبلِ عینین، معروف بہ جبلِ رماۃ، پر تیر انداز مقرر کرنا ایک منظم دفاعی حکمتِ عملی تھی۔ اس منصوبے کا مقصد دشمن کے گھڑ سوار دستے کو عقب سے حملہ کرنے سے روکنا تھاجبلِ رماۃ کے جزوی طور پر خالی ہونے سے پیدا ہونے والا دفاعی خلا جنگ کی صورتِ حال بدلنے کا سبب بنا۔ اس واقعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی محدود مگر کلیدی مقام کی حفاظت پورے لشکر کے دفاعی توازن سے وابستہ ہو سکتی ہے۔ جدید اصطلاح میں یہKey Terrain ، Rear Security ، Flank Protection اور Command Discipline کی نمایاں مثال ہے۔

غزوۂ خندق محدود وسائل کے مؤثر استعمال کا مثالی نمونہ ہے

غزوۂ خندق میں مسلمانوں کو عددی اعتبار سے بڑے اتحادی لشکر کا سامنا تھا۔ براہِ راست کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کے بجائے مدینہ کی قدرتی رکاوٹوں کو دفاعی منصوبے میں شامل کیا گیا اور شمالی کھلے حصے میں خندق کھودی گئی۔خندق نے دشمن کی نقل و حرکت کو محدود کیا، گھڑ سوار قوت کو غیر مؤثر بنایا اور مسلمانوں کی محدود افرادی قوت کو دفاعی اعتبار سے کئی گنا زیادہ مؤثر کر دیا۔ اس واقعے کو جدید عسکری زبان میںEconomy of Force ، Force Multiplier ، Canalization اور Defensive Chokepoint کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے۔

دفاعی حکمتِ عملی میں قدرتی اور مصنوعی رکاوٹوں کا امتزاج نمایاں تھا

مدینہ کے دفاع میں صرف خندق اہم نہ تھی۔ حرّات، باغات، آبادیاں، نخلستان اور محدود راستے پہلے سے قدرتی رکاوٹوں کا کردار ادا کر رہے تھے۔ خندق نے صرف اس کمزور حصے کو محفوظ کیا جہاں دشمن کے داخل ہونے کا امکان زیادہ تھایہ نتیجہ واضح کرتا ہے کہ کامیاب دفاع ہمیشہ نئی رکاوٹیں پیدا کرنے کا نام نہیں؛ بعض اوقات پہلے سے موجود قدرتی ساخت کو سمجھنا اور اسے مصنوعی تدبیر کے ساتھ مربوط کرنا زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

غزوۂ خیبر قلعہ جاتی جنگ اور مرحلہ وار محاصرے کی اہم مثال ہے

خیبر کسی ایک قلعے یا فصیل بند شہر کا نام نہیں تھا بلکہ متعدد قلعوں، باغات، پانی کے وسائل اور زرعی مراکز پر مشتمل ایک وسیع دفاعی نظام تھا۔ اس لیے خیبر کے خلاف کارروائی بھی کھلے میدان کی جنگ کے انداز میں نہیں کی گئی، بلکہ قلعوں کو مرحلہ وار غیر مؤثر بنایا گیا۔اس حکمتِ عملی سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ قلعہ جاتی مراکز کے خلاف قوت کو منتشر کرنے کے بجائے ایک متعین دفاعی مرکز پر توجہ مرکوز کرنا زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ جدید عسکری اصطلاح میں یہ Sequential Reduction of Fortified Positions، Concentration of Effort اور Siege Warfare کی مثال ہے۔

عسکری فتح کے بعد معاشی اور انتظامی استحکام بھی نبوی ﷺ حکمتِ عملی کا حصہ تھا

فتحِ خیبر کے بعد وہاں کی زمینوں اور زرعی پیداوار کو مکمل طور پر تباہ نہیں کیا گیا، بلکہ مقامی باشندوں کو کاشت کاری جاری رکھنے کی اجازت دی گئی اور نصف پیداوار کا انتظام قائم کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی کا مقصد محض فوجی فتح نہیں بلکہ پائیدار سیاسی، معاشی اور سماجی استحکام بھی تھاجدید اصطلاح میں اسے Post-Conflict Stabilization اور Economic Continuity کہا جا سکتا ہے۔ یہ امر سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری اور انتظامی پہلوؤں کے باہمی تعلق کو واضح کرتا ہے۔

رسد تمام غزوات میں مشترک بنیادی عنصر تھی

تحقیق سے واضح ہوا کہ پانی، خوراک، سواری، چارہ، فاصلے، قیام اور راستوں کی حفاظت تمام بڑے غزوات میں کسی نہ کسی صورت میں بنیادی اہمیت رکھتے تھے۔

- بدر میں پانی اور کنوئیں اہم تھے؛
- اُحد میں مدینہ سے قربت دفاعی و رسدی فائدہ فراہم کرتی تھی؛
- خندق میں طویل محاصرے نے دشمن کے لیے خوراک اور چارے کا مسئلہ پیدا کیا؛
- خیبر میں زرعی ذخائر اور قلعہ بند مراکز نے مزاحمت کو طول دینے کی صلاحیت فراہم کی؛
- تبوک جیسے طویل سفر میں موسم، فاصلہ اور وسائل کا مسئلہ مزید نمایاں ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری کامیابی صرف میدان میں لڑنے کی صلاحیت پر منحصر نہیں بلکہ Sustainment اور Logisticsبھی بنیادی عوامل ہیں۔

نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی جامد نہیں بلکہ حالات سے ہم آہنگ تھی

بدر، اُحد، خندق اور خیبر کے تقابلی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ہر معرکے میں ایک ہی نوعیت کی حکمتِ عملی اختیار نہیں کی گئی۔

- بدر میں میدان اور پانی کے وسائل کو اہمیت دی گئی؛
- اُحد میں پہاڑی دامن اور بلند مقام کو استعمال کیا گیا؛
- خندق میں دفاعی رکاوٹ اور شہری تحفظ کو ترجیح دی گئی؛
- خیبر میں مرحلہ وار محاصرہ اختیار کیا گیا۔

یہ تنوع نبوی ﷺ قیادت کی حقیقت پسندی، حالات کے ادراک اور مقام کے مطابق تدبیر اختیار کرنے کی صلاحیت کو نمایاں کرتا ہے۔

انسانی اور قبائلی جغرافیہ بھی عسکری منصوبہ بندی کا حصہ تھا

عسکری جغرافیہ صرف پہاڑ، وادی اور صحرا کا مطالعہ نہیں۔ قبائل کی آبادیاں، سیاسی وابستگیاں، معاہدات، مقامی مفادات اور داخلی کمزوریاں بھی دفاعی منصوبہ بندی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔غزوۂ خندق میں بنو قریظہ سے پیدا ہونے والا داخلی خطرہ اس امر کی واضح مثال ہے۔ خارجی لشکر کے ساتھ اگر شہر کے اندر سے بھی دفاعی نظام کو نقصان پہنچنے کا امکان پیدا ہو جائے تو صورتِ حال مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے نبوی ﷺ حکمتِ عملی میں Internal Security اور Tribal Geography دونوں اہم تھے۔

مشاورت اور واضح کمان عسکری کامیابی کے اہم اصول تھے

غزوات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی ﷺ قیادت میں مشاورت اور واضح ہدایات دونوں کو اہمیت حاصل تھی۔ بدر کے مقام سے متعلق حضرت حباب بن المنذرؓ سے منسوب مشہور سیرتی روایت، خندق کے بارے میں حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز اور اُحد میں تیر اندازوں کے لیے واضح حکم اس امر کو نمایاں کرتے ہیں۔

یہاں ایک علمی احتیاط ضروری ہے کہ بعض روایات حدیثی اعتبار سے مختلف درجے رکھتی ہیں؛ اس لیے انہیں ان کی ماخذی حیثیت کے مطابق بیان کرنا چاہیے۔ تاہم مجموعی طور پر یہ واقعات مشاورت، زمینی ادراک اور Command Discipline کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔

جدید عسکری جغرافیہ کی اصطلاحات سیرت فہمی میں معاون ہیں، متبادل نہیں

تحقیق سے یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ Terrain Analysis ، Key Terrain، Water Logistics، Defensive Depth، Economy of Force، Siege Warfare اور Strategic Node جیسی اصطلاحات سیرت کے عسکری واقعات کو سمجھنے کے لیے مفید توضیحی آلات ہیں،تاہم ان اصطلاحات کو تاریخی مصادر کا متبادل نہیں سمجھنا چاہیے۔ عہدِ نبوی ﷺ کی جنگی ساخت، وسائل، مواصلات اور سیاسی حالات جدید افواج سے مختلف تھے۔ اس لیے تقابل کا مقصد بعینہٖ مماثلت قائم کرنا نہیں، بلکہ تاریخی واقعات میں موجود عملی حکمت کو جدید قاری کے لیے زیادہ منظم انداز میں واضح کرنا ہے۔

نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی اخلاقی حدود سے جدا نہیں تھی

زیرِ نظر تحقیق کا ایک بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں عسکری منصوبہ بندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ جنگ کو بذاتِ خود مقصد نہیں بنایا گیا، بلکہ دفاع، امن، معاہدات کی پاسداری، ظلم کے سدِ باب اور دعوت کے تحفظ کو بنیادی حیثیت دی گئی۔خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کو عَلَم عطا کرتے ہوئے پہلے دعوت پیش کرنے کی ہدایت، حدیبیہ کے موقع پر جنگ کے بجائے مصالحت کو قبول کرنا اور مدینہ کے دفاع میں محدود مگر مؤثر تدبیر اختیار کرنا اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ نبوی ﷺ عسکری حکمتِ عملی طاقت کے استعمال کے ساتھ اخلاقی ضبط سے بھی عبارت تھی۔

مجموعی نتیجہ

غزوات کے مقامات کا جیو-اسٹریٹجک اور عسکری تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے کہ نبوی ﷺ قیادت میں جغرافیہ، معلومات، مشاورت، رسد، دفاع، اخلاق اور سیاسی بصیرت ایک دوسرے سے مربوط تھے۔ زمین کو خاموش پس منظر نہیں بلکہ فیصلہ سازی کے فعال عنصر کے طور پر برتا گیابدر کے کنوئیں، اُحد کا جبلِ رماۃ، مدینہ کی حرّات، خندق کی مصنوعی رکاوٹ اور خیبر کے قلعہ بند مراکز اس حقیقت کے نمایاں شواہد ہیں کہ مقام کی درست تفہیم عسکری کامیابی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہےیہ تحقیق اس نتیجے تک پہنچتی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری واقعات کا مطالعہ جدید عسکری جغرافیہ کے توضیحی اصولوں کے ساتھ کیا جائے تو نبوی ﷺ تدبیر، قیادت اور زمینی بصیرت کے متعدد ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جو روایتی واقعاتی مطالعے میں نسبتاً کم نمایاں رہتے ہیں۔ تاہم اس تقابل کی علمی صحت اسی وقت برقرار رہ سکتی ہے جب کلاسیکی مصادر کی اصل روایت، جدید اصطلاحات کی توضیحی حیثیت اور تاریخی ادوار کے فرق کو واضح طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

کتابیات

الف: بنیادی کلاسیکی عربی مصادر

1. القرآن الکریم۔

2. ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، اور عبد الحفیظ شلبی۔ 2 جلدیں۔ قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1955۔

3. الواقدی، محمد بن عمر۔ کتاب المغازی۔ تحقیق مارسدن جونز۔ 3 جلدیں۔ لندن: Oxford University Press، 1966۔

4. ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبری۔ 8 جلدیں۔ بیروت: دار صادر، د۔ت۔

5. الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الرسل والملوک۔ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم۔ 11 جلدیں۔ قاہرہ: دار المعارف، 1960–1969۔

6. البلاذری، احمد بن یحییٰ۔ أنساب الأشراف۔ تحقیق سہیل زکار اور ریاض زرکلی۔ 13 جلدیں۔ بیروت: دار الفکر، 1996۔

7. البلاذری، احمد بن یحییٰ۔ فتوح البلدان۔ بیروت: دار ومکتبۃ الہلال، 1988۔

8. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ۔ 15 جلدیں۔ بیروت: دار الفکر، 1986۔

9. السمہودی، نور الدین علی بن احمد۔ وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی۔ 4 جلدیں۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998۔

10. الازرقی، محمد بن عبد اللہ۔ أخبار مکة وما جاء فيها من الآثار۔ تحقیق رشدی الصالح ملحس۔ 2 جلدیں۔ بیروت: دار الاندلس، د۔ت۔

11. الفاکہی، محمد بن اسحاق۔ أخبار مکة في قديم الدهر وحديثه۔ تحقیق عبد الملک بن عبد اللہ بن دہیش۔ 6 جلدیں۔ بیروت: دار خضر، 1994۔

12. ابن شبہ، عمر بن شبہ۔ تاریخ المدینة المنورة۔ تحقیق فہیم محمد شلتوت۔ 4 جلدیں۔ جدہ: دار الاصفہانی، 1979۔

13. یاقوت الحموی، شہاب الدین ابو عبد اللہ۔ معجم البلدان۔ 5 جلدیں۔ بیروت: دار صادر، 1977۔

14. البکری، عبد اللہ بن عبد العزیز۔ معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع۔ 4 جلدیں۔ بیروت: عالم الکتب، 1983۔

15. الہمذانی، حسن بن احمد۔ صفة جزيرة العرب۔ تحقیق محمد بن علی الاکوع۔ صنعاء: مکتبۃ الارشاد، د۔ت۔

16. الاصفہانی، حسن بن عبد اللہ۔ بلاد العرب۔ تحقیق حمد الجاسر اور صالح العلی۔ ریاض: دار الیمامۃ، 1968۔

17. ابن خرداذبہ، عبید اللہ بن عبد اللہ۔ المسالك والممالك۔ لیدن: Brill، 1889۔

18. المقدسی، شمس الدین محمد بن احمد۔ أحسن التقاسيم في معرفة الأقاليم۔ لیدن: Brill، 1906۔

19. ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر۔ زاد المعاد في هدي خير العباد۔ 5 جلدیں۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1994۔

20. المقریزی، تقی الدین احمد بن علی۔ إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع۔ تحقیق محمد عبد الحمید النمیسی۔ 15 جلدیں۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999۔

21. الصالحی الشامی، محمد بن یوسف۔ سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد۔ 12 جلدیں۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993۔

22. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري۔ 13 جلدیں۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ

23. النووی، یحییٰ بن شرف۔ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج۔ 18 جلدیں۔ بیروت: دار إحياء التراث العربی، 1392ھ

24. البیہقی، احمد بن حسین۔ دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة۔ 7 جلدیں۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988۔

25. ابو نعیم الاصفہانی، احمد بن عبد اللہ۔ دلائل النبوۃ۔ بیروت: دار النفائس، 1986۔

26. ابن الاثیر، علی بن محمد۔ الکامل في التاریخ۔ 10 جلدیں۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987۔

27. ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ۔ الدرر في اختصار المغازي والسیر۔ تحقیق شوقی ضیف۔ قاہرہ: دار المعارف، 1966۔

28. ابن سید الناس، محمد بن محمد۔ عیون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسیر۔ 2 جلدیں۔ بیروت: دار القلم، 1993۔

29. ابن حزم، علی بن احمد۔ جوامع السیرۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1983۔

30. القسطلانی، احمد بن محمد۔ المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة۔ 4 جلدیں۔ قاہرہ: المکتبۃ التوفیقیۃ، د.ت۔

ب: بنیادی حدیثی مصادر

31. البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر۔ 9 جلدیں۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ

32. مسلم بن الحجاج۔ الصحیح۔ تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی۔ 5 جلدیں۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، د.ت۔

33. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث۔ سنن أبي داود۔ تحقیق شعیب الارناؤوط اور محمد کامل قرہ بللی۔ 7 جلدیں۔ دمشق: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009۔

34. الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذي۔ تحقیق احمد محمد شاکر اور دیگر محققین۔ 5 جلدیں۔ قاہرہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1975۔

35. النسائی، احمد بن شعیب۔ السنن الکبری۔ تحقیق حسن عبد المنعم شلبی۔ 12 جلدیں۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001۔

36. ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجه۔ تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی۔ 2 جلدیں۔ قاہرہ: دار إحیاء الکتب العربیۃ، د.ت۔

37. احمد بن حنبل۔ المسند۔ تحقیق شعیب الارناؤوط اور دیگر محققین۔ 50 جلدیں۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001۔

ج: جدید عربی، اردو اور سیرتی مطالعات

38. ابو خلیل، شوقی۔ أطلس السیرۃ النبویة: أماکن، أقوام، أعلام۔ دمشق: دار الفکر، 2003۔

39. العمری، اکرم ضیاء۔ السیرۃ النبویة الصحیحة: محاولة لتطبیق قواعد المحدثین في نقد روایات السیرۃ النبویة۔ 2 جلدیں۔ مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، 1994۔

40. احمد، مہدی رزق اللہ۔ السیرۃ النبویة في ضوء المصادر الأصلیة: دراسة تحلیلیة۔ ریاض: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الإسلامیۃ، 1992۔

41. المبارکپوری، صفی الرحمن۔ الرحیق المختوم۔ ریاض: دار السلام، د.ت۔

42. البوطی، محمد سعید رمضان۔ فقه السیرۃ النبویة مع موجز لتاریخ الخلافة الراشدة۔ دمشق: دار الفکر، 1991۔

43. ابو زہرہ، محمد۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ 3 جلدیں۔ قاہرہ: دار الفکر العربی، 1972۔

44. الصلابی، علی محمد۔ السیرۃ النبویة: عرض وقائع وتحلیل أحداث۔ بیروت: دار المعرفۃ، 2004۔

45. حمید اللہ، محمد۔ مجموعة الوثائق السیاسیة للعهد النبوي والخلافة الراشدة۔ بیروت: دار النفائس، 1987۔

46. حمید اللہ، محمد۔ عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، د۔ت۔

47. نعمانی، شبلی۔ سیرت النبی ﷺ۔ اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، د۔ت۔

48. ندوی، سید سلیمان۔ سیرت النبی ﷺ۔ اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، د۔ت۔

49. کاندھلوی، محمد ادریس۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ 3 جلدیں۔ کراچی: مکتبۃ الحسن، د۔ت۔

50. جواد علی۔ المفصل في تاريخ العرب قبل الإسلام۔ 20 جلدیں۔ بیروت: دار الساقی، 2001۔

51. الافغانی، سعید۔ أسواق العرب في الجاهلية والإسلام۔ دمشق: دار الفکر، 1960۔

52. الجاسر، حمد۔ في شمال غرب الجزيرة: نصوص، مشاهدات، انطباعات۔ ریاض: دار الیمامۃ، د۔ت۔

53. الانصاری، عبد القدوس۔ آثار المدينة المنورة۔ مدینہ منورہ: المکتبۃ السلفیۃ، د۔ت۔

54. حافظ، علی۔ فصول من تاريخ المدينة المنورة۔ جدہ: شرکۃ المدینۃ للطباعۃ والنشر، د۔ت۔

55. عبد الغنی، محمد الیاس۔ معالم المدينة المنورة بين العمارة والتاريخ۔ مدینہ منورہ: د۔ن، د۔ت۔

د: جدید انگریزی مطالعاتِ سیرت، عرب اور مدینہ

56. Guillaume, Alfred, trans. The Life of Muhammad: A Translation of Ibn Ishaq’s Sirat Rasul Allah. London: Oxford University Press, 1955.

57. Watt, W. Montgomery. Muhammad at Mecca. Oxford: Clarendon Press, 1953.

58. Watt, W. Montgomery. Muhammad at Medina. Oxford: Clarendon Press, 1956.

59. Hoyland, Robert G. Arabia and the Arabs: From the Bronze Age to the Coming of Islam. London: Routledge, 2001.

60. Munt, Harry. The Holy City of Medina: Sacred Space in Early Islamic Arabia. Cambridge: Cambridge University Press, 2014.

61. Lecker, Michael. Muslims, Jews and Pagans: Studies on Early Islamic Medina. Leiden: Brill, 1995.

62. Donner, Fred M. Muhammad and the Believers: At the Origins of Islam. Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010.

63. Motzki, Harald, ed. The Biography of Muhammad: The Issue of the Sources. Leiden: Brill, 2000.

64. Peters, F. E. Muhammad and the Origins of Islam. Albany: State University of New York Press, 1994.

65. Hawting, G. R. The Idea of Idolatry and the Emergence of Islam: From Polemic to History. Cambridge: Cambridge University Press, 1999.

66. Crone, Patricia. Meccan Trade and the Rise of Islam. Princeton, NJ: Princeton University Press, 1987.

67. Donner, Fred M. Narratives of Islamic Origins: The Beginnings of Islamic Historical Writing. Princeton, NJ: Darwin Press, 1998.

68. Cook, Michael. Muhammad. Oxford: Oxford University Press, 1983.

69. Rubin, Uri. The Eye of the Beholder: The Life of Muhammad as Viewed by the Early Muslims. Princeton, NJ: Darwin Press, 1995.

70. Görke, Andreas, and Gregor Schoeler. The Earliest Writings on the Life of Muhammad: The ‘Urwa Corpus and the Non-Muslim Sources. Princeton, NJ: Darwin Press, 2008.

71. Hamidullah, Muhammad. The Battlefields of the Prophet Muhammad: With Maps, Illustrations and Sketches: A Contribution to Muslim Military History. 3rd ed. Lahore: Bilal Books, 2000.

72. Hamidullah, Muhammad. The Muslim Conduct of State. Kuala Lumpur: The Other Press, 2011.

ہ: جدید عسکری جغرافیہ اور عسکری منصوبہ بندی

73. Collins, John M. Military Geography for Professionals and the Public. Washington, DC: National Defense University Press, 1998.

74. Galgano, Francis A., and Eugene J. Palka, eds. Modern Military Geography. New York: Routledge, 2011.

75. Palka, Eugene J., and Francis A. Galgano, eds. The Scope of Military Geography: Across the Spectrum from Peacetime to War. New York: McGraw-Hill, 2001.

76. Palka, Eugene J., and Francis A. Galgano, eds. Military Geography: From Peace to War. New York: McGraw-Hill, 2005.

77. Winters, Harold A., Gerald E. Galloway Jr., William J. Reynolds, and David W. Rhyne. Battling the Elements: Weather and Terrain in the Conduct of War. Baltimore: Johns Hopkins University Press, 1998.

78. Peltier, Louis C., and G. Etzel Pearcy. Military Geography. Princeton, NJ: D. Van Nostrand, 1966.

79. O’Sullivan, Patrick. The Geography of Warfare. London: Croom Helm, 1983.

80. U.S. Department of the Army. FM 34-130: Intelligence Preparation of the Battlefield. Washington, DC: Headquarters, Department of the Army, 1994.

81. U.S. Department of the Army. ATP 2-01.3: Intelligence Preparation of the Battlefield. Washington, DC: Headquarters, Department of the Army, 2019.

82. U.S. Department of the Army. ATP 3-21.8: Infantry Platoon and Squad. Washington, DC: Headquarters, Department of the Army, 2016.

83. U.S. Department of the Army. ADP 4-0: Sustainment. Washington, DC: Headquarters, Department of the Army, 2019.

84. U.S. Marine Corps. MCWP 3-17: Engineering Operations. Washington, DC: Headquarters, U.S. Marine Corps, د.ت.

و: منتخب تحقیقی مقالات اور ابواب

85. Gil, Moshe. “The Constitution of Medina: A Reconsideration.” Israel Oriental Studies 4 (1974): 44–66.

86. Kister, M. J. “Some Reports Concerning Mecca: From Jāhiliyya to Islam.” Journal of the Economic and Social History of the Orient 15, nos. 1–2 (1972): 61–93.

87. Rubin, Uri. “The ‘Constitution of Medina’: Some Notes.” Studia Islamica 62 (1985): 5–23.

88. Serjeant, R. B. “The ‘Sunnah Jāmi‘ah,’ Pacts with the Yathrib Jews, and the ‘Taḥrīm’ of Yathrib: Analysis and Translation of the Documents Comprised in the So-Called Constitution of Medina.” Bulletin of the School of Oriental and African Studies 41, no. 1 (1978): 1–42.

89. Motzki, Harald. “The Murder of Ibn Abī l-Ḥuqayq: On the Origin and Reliability of Some Maghāzī Reports.” In The Biography of Muhammad: The Issue of the Sources, edited by Harald Motzki, 170–239. Leiden: Brill, 2000.

90. Munt, Harry. “Ḥaram and Ḥimā: Sacred Space in the Pre-Islamic Ḥijāz.” In The Holy City of Medina: Sacred Space in Early Islamic Arabia. Cambridge: Cambridge University Press, 2014.

91. Munt, Harry. “Muḥammad and the ‘Constitution of Medina’: The Declaration of Medina’s Ḥaram.” In The Holy City of Medina: Sacred Space in Early Islamic Arabia. Cambridge: Cambridge University Press, 2014.

92. Munt, Harry. “The Construction of a Sacred Topography.” In The Holy City of Medina: Sacred Space in Early Islamic Arabia. Cambridge: Cambridge University Press, 2014.

93. Smit, H. A. P. “Military Geography: From Peace to War.” Scientia Militaria: South African Journal of Military Studies 36, no. 1 (2008): 102–105.

94. Bezuidenhout, J. “Modern Military Geography.” Scientia Militaria: South African Journal of Military Studies 40, no. 1 (2012): 144–147.